SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Sunday February 8, 1987

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad at six of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا
رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا
نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللّٰهِ ۗ وَمَا عِندَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾ وَإِنَّ مِنْ
أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَن يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا
أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِينَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُونَ بِـَٔايٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا
قَلِيلًا ۗ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ
سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩٩﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اصْبِرُوا
وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٢٠٠﴾

ترجمہ: میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ البتہ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں ان کے لئے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ تو مہربانی ہوگی اللہ کی طرف سے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے حق میں کہیں بہتر ہے اور اہل کتاب میں کچھ ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ پر، اور جو کچھ تم پر اُتارا گیا ہے، اور جو کچھ ان پر اُتارا گیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ سے ڈرنے والے ہیں، اللہ کی آیتوں کا حقیر قیمت پر سودا نہیں کرتے، اُنہیں ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ضرور ملے گا۔ بے شک اللہ حساب بہت جلد لے لیتا ہے، اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرتے رہو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ عجب نہیں جو فلاح پا جاؤ۔

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Sunday February 8, 1987

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad at six of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN)

بسم الله الرحمن الرحيم ۝ لكن الذين اتقوا
ربهم لهم جنت تجري من تحتها الأنهر خلدين فيها
نزلا من عند الله وما عند الله خير للأبرار ﴿١٩٨﴾ وإن من
أهل الكتب لمن يؤمن بالله وما أنزل إليكم وما
أنزل إليهم خشعين لله لا يشترون بـايت الله ثمنا
قليلا أولئك لهم أجرهم عند ربهم إن الله
سريع الحساب ﴿١٩٩﴾ يأيها الذين ءامنوا اصبروا
وصابروا ورابطوا واتقوا الله لعلكم تفلحون ﴿٢٠٠﴾

ترجمہ : میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ البتہ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں ان کے لئے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ تو مہربانی ہوگی اللہ کی طرف سے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے حق میں کہیں بہتر ہے اور اہل کتاب میں کچھ ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ پر، اور جو کچھ تم پر اتارا گیا ہے، اور جو کچھ ان پر اتارا گیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ سے ڈرنے والے ہیں، اللہ کی آیتوں کا حقیر قیمت پر سودا نہیں کرتے، انہیں ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ضرور ملے گا۔ بے شک اللہ حساب بہت جلد لیتا ہے، اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرتے رہو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ عجب نہیں جو فلاح پا جاؤ۔

جناب چیئرمین : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب محمد طارق چوہدری : پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! سینٹ کے قواعد و ضوابط کے قاعدہ ۲۰۹ (اے) کے تحت میں یہ پوائنٹ آف آرڈر پیش کر رہا ہوں۔ سینٹ کے ضابطہ و قاعدہ ۴۵ کے جز ۱۷ (ڈی) کی طرف میں آپکی توجہ مبذول کرواتا ہوں جس میں کہا گیا ہے کہ ایسے معاملات کے بارے میں معلومات دریافت نہیں کی جائیں گی جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے راست یا نازک ہوں جناب والا! اس ضمن میں میں نے ایک سوال سینٹ سیکرٹیریٹ کو بھیجا تھا اور اس کے بارے میں مجھے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ حسب الحکم آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ چیئرمین' سینٹ نے قواعد و ضوابط انصرام کارروائی کے قاعدہ ۴۵، ۱۷ ڈی کے تحت آپ کے نشاندار سوال، ڈائری نمبر ۱۸ ساتواں گروپ، جس کا نوٹس آپ نے مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۸۷ء کو دیا تھا، کو نامنظور کیا جاتا ہے۔ جناب آپ کی طرف سے مجھے یہ اطلاع دی گئی ہے اور یہ اطلاع پاتے ہی .....

جناب چیئرمین : جہاں تک پوائنٹ آف آرڈر کا تعلق ہے .... (مداخلت) آپ کچھ اور مزید فرمانا چاہتے ہیں؟

جناب محمد طارق چوہدری : جی ہاں، تو اس کے لئے یہ ہے کہ آپ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ یہ ایڈمسیبل نہیں ہے، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس بارے میں دو وضاحتیں ہیں جو مجھے طلب کرنا ہیں۔ ایک تو یہ کہ ...

جناب چیئرمین : اسی سٹیج پر آپ رک جائیں، جہاں تک "چیئر" کی رولنگز کا تعلق ہے ان کو ایوان میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا، اس کے متعلق اگر آپ کو کوئی اعتراض ہے یا آپ اس کے متعلق کوئی انفارمیشن چاہتے ہیں تو آپ ضرور میرے کمرے میں تشریف لے آئیں، آپ کو سمجھا دیا جائے گا۔

جناب محمد طارق چوہدری : جناب میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے ...

جناب چیئرمین : یہ پوائنٹ آف آرڈر نہ ہوا، Point of order is ruled out. آپ تشریف رکھیں۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: جناب سید عباس شاہ صاحب، ذاتی مصروفیات کی بنا پر ۲۵ جنوری تا ۲۹ جنوری، اجلاس میں شرکت نہ کر سکے جس کے لئے انہوں نے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی یہ درخواست منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب پیر الحاج محمد شاہ جیلانی صاحب نے بیماری کی بنا پر یکم فروری سے تا صحت یابی رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی یہ درخواست منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب مولانا سمیع الحق صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ سخت بیمار ہیں اور علالت کی بنا پر ایوان سے انہوں نے آج کی رخصت کی درخواست کی ہے۔ انہوں نے یہ بھی درخواست کی ہے کہ ان سے متعلقہ سینٹ کا بزنس کسی آئندہ دن کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔ کیا آپ ان کی یہ درخواست منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

PRIVILEGE MOTIONS

جناب چیئرمین: تحاریک استحقاق نمبر ۱۷ جناب اکرم سلطان صاحب کے نام پر ہے لیکن نہ ان کی رخصت کی درخواست ہے اور نہ انہوں نے ان کا جو بزنس ہے اس کے التوا کی کوئی درخواست بھیجی ہے۔ The privilege motion No. 17 is dropped. دوسری ایک مولانا کوثر نیازی صاحب کے نام پر ہے۔

On the failure of the Ministeries or Division to take appropriate action on the resolution passed by the House since its inception motion No. 20.

PRIVILEGE MOTIONS
RE : FAILURE TO IMPLEMENT THE RESOLUTION PASSED BY THE HOUSE

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! میری تحریک استحقاق کا متن یہ ہے کہ پچھلے

[Maulana Kausar Niazi]

دو سال کے عرصے میں موجودہ سینٹ نے اپنے قیام سے لے کر اب تک کئی قراردادیں منظور کی ہیں مگر ایک بڑا عرصہ گزر جانے کے باوجود معلوم نہیں ہو سکا کہ حکومت نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا، ایک گزشتہ سیشن میں چیئرمین سینٹ نے یہ رولنگ بھی دی تھی کہ حکومت کے لئے ان ریزولیوشنز پر ہونے والی کارروائی سے ایوان کو مطلع نہیں کیا گیا، حکومت کی طرف ایوان بالا کی قراردادوں کے ساتھ یہ طرز عمل واضح طور پر اس ایوان کے وقار اور استحقاق کے منافی ہے، لہٰذا میں تحریک کرتا ہوں کہ اس مسئلے پر غور کیا جائے۔

جناب والا! آپ کو یاد ہوگا کہ اس ایوان میں کئی قراردادیں منظور ہوئیں، ان میں سے ایک کے سوا باقی متفقہ طور پر منظور ہوئیں۔ ایک قرارداد میں بھی صرف سینیٹر وزیر نے اختلاف کیا، باقی پورا ایوان اس قرارداد کے ساتھ ہم آہنگ تھا۔ ان قراردادوں میں بہاری پاکستانیوں کی پاکستان میں فی الفور واپسی کے لیے اقدامات، کراچی ایئرپورٹ کو قائد اعظم ایئرپورٹ اور لاہور ایئرپورٹ کو علامہ اقبال ایئرپورٹ کے نام سے موسوم کرنا، ۲۷ رمضان المبارک کو یوم آزادی منانا اور اسلام آباد میں جی۔۶ کے کوارٹرز کو سرکاری ملازمین کو خریدنے کی اجازت دینے سے متعلق تھے۔ اور یہ اتفاق ہے کہ یہ چاروں قراردادیں میں نے ہی پیش کی تھیں۔ ان قراردادوں میں سے ایک قرارداد پر حکومت نے ایوان میں Commit کیا کہ وہ کراچی کو قائد اعظم ایئرپورٹ کے نام سے اور لاہور کو علامہ اقبال ایئرپورٹ کے نام سے موسوم کرنے پر غور کرے گی۔ اسے اس سے اتفاق ہے البتہ وہ اس کا انتظار کرے گی کہ کراچی میں جو ایئرپورٹ بننے والا ہے وہ کاملاً پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے اس کے بعد اسے اس نام سے موسوم کیا جائے۔

دوسرا ریزولیوشن جو ۲۷ رمضان المبارک سے متعلق تھا، اس پر بھی جب میں نے تحریک استحقاق پیش کی تو وزیر صاحب نے یہاں رواروی میں اٹھ کر جواب دے دیا اور میں نے یہ چیلنج کیا کہ وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے وہ یہ بتا بھی نہیں سکتے کہ کابینہ میں کبھی اس پر غور بھی ہوا ہے یا نہیں۔ وزیر صاحب اس کے جواب میں کوئی بات نہیں کہہ سکے ان کی خاموشی سے واضح طور پر مترشح ہو رہا تھا کہ کابینہ نے اس قرارداد پر بھی غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بہاری پاکستانی مسلمانوں کی واپسی کے لئے بھی بار بار اس ایوان میں آواز

تھی گئی۔ متفقہ قرارداد منظور کی گئی مگر آج تک سینٹ کی اس قرارداد کو کیبنٹ کے کسی اجلاس میں لا کر غور نہیں کیا گیا اور نہ جناب چیئرمین! آپ کو مطلع کیا گیا ہے کہ اس سلسلے میں حکومت نے کیا کارروائی کی ہے۔ یہی حال جی-۲ کوارٹرز کی الاٹمنٹ کا ہے۔ اس ضمن میں بھی حکومت نے ابھی تک کیبنٹ لیول پر یا منسٹری کے لیول پر ایسا غور جس سے سینٹ کی اس قرارداد کی تکمیل کی طرف کوئی قدم اٹھ سکتا ہو، آج تک کوئی عملی کارروائی نہیں کی، اس اقدام سے جناب چیئرمین کیا ثابت ہوتا ہے۔ دو سال کی خاموشی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکومت ان ایوانوں کو کوئی سنجیدہ حیثیت دینے کے لئے تیار نہیں ہے ان کو کوئی قرار واقعی مقام دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ وہ صرف ممبران پارلیمنٹ کو تنخواہوں بھتوں اور ان کے روزانہ الاؤنسوں اور سفر خرچ کی مراعات دے کر خوش رکھنا چاہتی ہے یا پھر ہفتے میں وہ آئین کی شق جس کے تحت دو دن کی ایڈجرنمنٹ کارروائی میں شامل ہو سکتی ہے۔ اجلاس کے اندر اسے چار دن کا وقفہ دے کر محض کام کو ٹالنا چاہتی ہے۔ سات دن میں چار دن چھٹی ہو، تین دن کام ہو، لیکن اراکین کو سات دن کی تنخواہ دی جائے۔ یہ کام تو وہ کر رہی ہے لیکن ایوان جو قراردادیں پاس کرتا ہے جو کام کرتا ہے اس کو نافذ کرنے کے لئے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سر مو ٹس سے مس نہیں ہوتی، یہ آپ کی رولنگ کے بھی سراسر منافی ہے کیونکہ آپ نے واضح طور پر میری اس تحریک استحقاق کے ضمن میں رولنگ دی تھی کہ حکومت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ قرارداد پر جو بھی کارروائی کرے اس سے آپ کو مطلع کرے تاکہ ایوان میں اس کی اطلاع دی جا سکے۔ آج تک ان چاروں قراردادوں کے ضمن میں حکومت نے کوئی کارروائی نہیں کی اور اس کارروائی کی آپ کو کوئی اطلاع نہیں دی۔

جناب چیئرمین! آخر کتنا عرصہ حکومت کو ان مسائل پر غور کرنے کے لئے درکار ہے۔ یہ استخفاف اس ایوان کا ناقابل برداشت ہے اور اس ایوان کے استحقاق کے کسٹوڈین ہونے کی حیثیت سے میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ اس سلسلے میں حکومت کو قرار واقعی تادیبی کارروائی سے سرفراز فرمائیں۔

جناب چیئرمین: جناب میرداد خیل صاحب!

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : جناب چیئرمین! یہ جو مولانا کوثر نیازی صاحب نے تحریک استحقاق پیش کی ہے اس کی مکمل تائید کرتے ہوئے میں مزید آگے یہ کہوں گا کہ "یوم مئی" کو ختم کر کے اور "یوم خندق" کی مناسبت سے وہ یاد منائی جائے لیکن تا حال آج تک حکومت نے باقاعدہ کوئی اعلان نہیں کیا۔ اسی طرح اگر پارلیمنٹ کے اراکین کو صرف محض خوشامد کرنے کے لئے رکھا جاتا ہے تو ظاہر ہے اس کا تقدس پائمال ہونے کا اندیشہ بھی ہے اور ہو بھی رہا ہے تو میری یہ تجویز ہے اور خود قرآن حکیم یہی فرماتا ہے کہ وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہ ہو۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ایوان میں جو بات آئے اور وہ متفقہ طور پر منظور ہو جائے تو پھر اس حکومت وقت کا فرض عین بنتا ہے کہ اس کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے منظور کیا جائے اور اس پر عمل در آمد کیا جائے۔ اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جس طرح ائیر پورٹ کا نام قائد اعظم رکھا جا رہا ہے اور اس کا متفقہ فیصلہ ہوا ہے تو موجودہ حکومت جو مسلم لیگ کی حکومت ہے اور وہ مسلم لیگ قائد اعظم کے لئے دن رات ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے بھی تیار ہے تو اس کی کیا وجہ ہے کیونکہ کم از کم اس کا نام رکھنے سے اس کے وقار میں اضافہ ہو سکتا ہے اور اس لحاظ سے اسلامی تقدس کو بھی مدنظر رکھا جائے اور اس حکومت کا یہ فرض بنتا ہے اور اس سے ان کی نیک نامی ہو گی اور اس پارلیمنٹ کے وقار میں واقعی اضافہ ہو گا۔ شکریہ!

جناب چیئرمین : جناب وسیم سجاد صاحب!

Mr. Wasim Sajjad: Mr. Chairman, I oppose the privilege motion, firstly on the ground that this privilege motion does not relate to any specific matter. The privilege motion reads :

"پچھلے دو سالوں کے عرصہ میں موجودہ سینٹ نے اپنے قیام سے لے کر اب تک کئی قرار دادیں منظور کی ہیں۔"

The mover of the motion does not indicate what particular resolution he is referring to. " کئی قرار دادیں " is a vague term and he has not drawn the attention of the House to the particular resolution that he is referring to particularly. Because these resolutions may pertain to different Ministries and Divisions and each Division and each Ministry has to act in accordance with its own programme, its own priorities and will take individual action where necessary on those privilege motions.

Then, Sir, Rule 59 (1) says that not more than one question shall be raised by the same member at the same sitting. Here by saying ' کئی قراردادیں ' he is actually raising several questions pertaining to several resolutions. In the course of the detailed statement which he has made before this House, the honourable member referred to Karachi Airport being named as Quaid-i-Azam Airport and the Lahore Airport as Allama Iqbal Airport, the Resolution about the 27th of Ramadhan but all these details are missing in the privilege motion itself. So it is hit by Rule 59 (1) and (2).

As for the status of these resolutions, I would draw your kind attention to Rule 155 which says :

> "A resolution shall be in the form of declaration of opinion by the Senate".

It is a mere declaration of opinion, it is not binding on the government and on that I may with your permission Sir, refer to page 954 from Kaul where he says :

> "In terms of their effect, resolutions adopted by the House may be divided into three categories—those which have stautory effect, those that concern the control of the House and its proceedings and those that are mere expressions of opinion by the House. The Government is not bound to give effect to opinion expressed in these resolutions".

This is page 955. Then, Sir, on the same page he says:

> "Expression of opinion by the House may assist a Government in evolving its policies or in decision making but a resolution cannot have more than a recommendatory value. The House does not and cannot itself govern or administer and its resolutions cannot in any way bind the Government to any policy or course of action. It rests entirely on the discretion of the Government whether or not to act on the suggestions contained in such a resolution".

So, Sir, the resolutions are expressions of opinion. It is not binding on the Government and therefore, the Government can not be forced to

[Mr. Wasim Sajjad]

take a particular course of action on the basis of these resolutions.

The honourable member Sir, has referred to a ruling of the Chair by which it is alleged that the honourable Chairman had said that the Government should inform the House of the proceedings or action taken on the resolution. Now, Sir, these resolutions are transmitted or sent by the House itself by the Secretariat I think, to the particular Ministries and it is for the Ministries then to take action. Now the ruling of this honourable Chair assuming that this is correct what he is saying 'means' that the honourable Chair has directed that the Government should inform but the time limit has not been laid down and in this particular case, I would say Sir, keeping in view that they are of recommendatory value, time is not of the essence of the action taken by the Government on that. But I would assure the honourable member that now he has brought this to my notice, I would look into it and see what action has been taken and I will inform the honourable Chair or if some time is needed to process it further, I will inform the House of what action is being taken on that.

جناب چیئرمین : مولانا صاحب! آپ مزید کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟

مولانا کوثر نیازی : جناب والا! میں کیا عرض کروں، ہمارے دوست وزیر قانون جب ہمارے ساتھ تھے تو ماشاء اللہ اس وقت تو ہمارے ہمنوا تھے، اب کچھ ان کی مجبوریاں ہیں۔

جناب وسیم سجاد : جناب مجبوری قانون کی ہے اور کوئی نہیں ہے۔

مولانا کوثر نیازی : اور وہ یہ ہے کہ جس فریق کی وہ وکالت کریں۔ ماشاء اللہ دلائل بحیثیت وکیل ان کے پاس ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے کئی قراردادوں کے الفاظ کہے ہیں اور وہ کیا ہیں، وہ میں نے بتا دی ہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ ہر بات اس کے اندر mention کی جائے بہت lengthy موشن ہو جاتی ہے۔ میں نے جب زبانی تشریح کر دی تو وہ ان کی ضرورت کو پورا کر دیتی ہے۔ رہی یہ بات کہ میں نے بہت سے issues اس میں جمع کر دیے ہیں، ان کی مراد ہے کہ کئی قراردادیں میں نے بیک وقت quote کر دیں، ان کا مطلب تھا کہ ہر قرارداد پر میں یہ کہتا کہ حکومت نے اس پر توجہ نہیں دی۔ اس پر توجہ نہیں دی جناب چیئرمین! آپ دیکھیں کہ میرا stress اس پر ہے کہ حکومت نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ میری جو یہ پریولج موشن ہے اس کی بنیاد وہ طرز عمل ہے، وہ سلوک ہے جو ان قراردادوں کے ساتھ حکومت نے روا رکھا ہے اور وہ ایک سرد مہری کا

سلوک ہے۔ وہ یہ سلوک ہے کہ انہیں در خود اعتنا ہی نہیں سمجھا گیا ان پر غور ہو، انہیں کیبنٹ کے اجلاس میں پیش کیا جائے کہ ملک کے سب سے بڑے ایوان نے یہ رائے ظاہر کی ہے اس کے جو مختلف پہلو ہیں ان کا جائزہ لیا جائے تو یہ سلوک جو ہے یہ ایک عمل ہے یہ کوئی عمل نہیں ہیں۔ تیسری حیثیت یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے میں نے کہا ہے کہ قرار دادوں کی حیثیت جو ہے وہ بائنڈنگ نہیں ہے۔ میں نے کب کہا ہے کہ بائنڈنگ ہے۔ میں نے تو آپ کی رولنگ کو quote کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے allege کیا میں نے allege نہیں کیا۔ میں نے صحیح بیان کیا ہے۔ آپ کے سامنے وہ رولنگ ہو گی، آپ کے ذہن میں بھی ہو گی، آپ ان کے حافظے کو تازہ کر دیں۔

چوتھی بات انہوں نے یہ کہی ہے کہ آپ نے اپنی رولنگ میں کوئی ٹائم لمٹ نہیں دی ہو گی۔ سوال یہ ہے کہ اگلے سال اس ہاؤس کے جو آدھے ممبرز ہیں ان کی مدت ختم ہو چکی ہو گی تو ٹائم لمٹ نہیں ہے۔ یہ ایوان ختم ہو جائے اور نئے سینیٹرز آ جائیں تب بھی یہ قرار دادیں معرض التوا میں پڑی رہیں۔ یہ مراد نہیں ہے آپ کی رولنگ کی، جناب چیئرمین! آپ کا مقصود یقیناً یہ ہے کہ ایک سیشن میں اگر دو تین مہینے باقی ہیں، اگلے سیشن تک تو یہ وقفہ کافی ہے کہ اس میں غور کیا جا سکے اور جو بھی صورتِ حال ہو اس سے آپ کو مطلع کر دیا جائے۔ میں واضح طور پر سمجھتا ہوں کہ حکومت کے اس طرزِ عمل سے اس ہاؤس کی بے وقعتی ہوئی ہے، اس ہاؤس کی بے عزتی ہوئی ہے اور اس ہاؤس کا مقام لوگوں کی نظروں میں مجروح ہوا ہے کہ یہ ایوان جو بھی قرارداد پاس کرتا رہے اس کا حکومت پر کوئی اثر نہیں ہونا ہے اس لئے قرار دادوں کا کیا فائدہ؟ تو میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ اس صورتِ حال کا نوٹس لیں۔

Mr. Chairman: Personally I do not agree with the contention of the honourable Minister for Justice that under Rule 59(1) the honourable mover could not have referred to more than one resolution. What exactly the rule says is:

"that not more than one quesiton shall be raise etc.".

The mover has not raised more than one question. He is raising a single question pertaining to all the resolutions which have been passed by the House during the last two years and what he complains of or what he is raising as a question of breach of privilege is that on none of those resolutions the government as taken any action. What we have to decide then is whether what he says is correct or is not correct. This is one aspect of the case.

The other relates to the previous ruling of the Chair (to which the mover has referred in this motion). Since the honourable Minister for Justice has also mentioned that he was not quite aware in what terms the Chair had given that ruling I will read out the relevant extracts from it and that I think would facilitate the task of the House in coming to a decision. It is quite a lengthy ruling but the more relevant extracts read as follows:

> "A resolution on any subject passed unanimously by any House whether it is the Senate or the Assembly is deserving of the highest respect. It is deserving of the highest consideration. It is also deserving of the earliest consideration".

This was one aspect of the issue (covered by the previous ruling) and that I think should lead us to the conclusion to which Senator, Professor Khurshid Ahmad was referring, as also Maulana Kausar Niazi in a somewhat different form that such resolutions should not be brushed aside lightly or in other works that decisions on them should be taken at the highest level in government consistent with the dignity of the House. The Second was :

> "as far as the Secretariat is concerned, these resolutions are dutifully and punctually passed on, under Rule 124, to the concerned division and it is left to that Division to process them further. The Rules do not mention and this is one of the deficiency in Rules how they should be processed, which I will try separately to fill in some form—but meanwhile what I have stated earlier and flowing from that I will repeat that they should be considered at the highest level."

[Mr. Chairman]

Now, when the Secretariat of the Senate writes to a Division about a particular matter, ordinary courtesy demands that a reply should come to that particular communication in due course of time. In its reply (if it is about a resolution) the Division should indicate the status of the case as well as the action it has taken on it from time to time and if it has not been possible for it to implement the resolution it should also give all the reasons it has, why it has not been able to implement it. Thereafter, I have tried to explain in the previous ruling that if a Division has been considering a case, say for the past six months, this House was entitled to know earlier than that what the status of the action which it had taken on it was and whatever the position, it should communicate it to the Secretariat. This was now the deficiency in the existing Rules I had tried to fill. From then on words, I had said it because the duty of the Secretariat to place report before the House—that this honourable House had passed a resolution on this or that subject, on so and so date which was communicated to the Division concerned on such and such date and upto date this was the action which that Division has taken on it—so that the Senate got an apportunity of expressing its views on whether it was satisfied with the action taken or it would like to provide further guidance to the Division in the matter.

Now with regard to the subject matter itself. When it was moved previously, whether the non-implementation of a resolution by the government, amounts to a breach of privilege I had said in the ruling ;

Whether it constitutes a breach of privilege or not : I have listened to Maulana Kausar Niazi for what it would be I think, the third occasion when he himself has said that a resolution passed by the House, whatever its status is not binding on the government. So, the Rule that you (addressing the Minister for Justice) are quoting or the precedents and the Practices from Kaul which you had referred to on the last occasion also are already known to the Mover of the Resolution. On this however I had tried to correct him that this was not entirely so. I had explained that Resolutions fell under three headings or in three categories, statutory resolution, semi-statutory resolution, like no confidence motions etc. and others. The first two were binding on the Government and there could be no question of government

implementing them. It was only the third category of resolutions which amounted to expression of opinion by members which were not binding and on that I had said that 'this third category included those resolutions which are moved mostly by private members and which amount to an expression of opinion'. As Maulana Kausar Niazi has himself been conceding, these are the type of resolutions which are not binding on the Government.

A resolution, like government assurance in some situation, if not implemented, is neither a breach of privilege nor a contempt of the House. While again I had said was the universal Parliamentary practice. I had proceeded to draw a distinction—in regard to the Third category of resolutions moved by private members and passed by the House—between those resolutions which are passed unanimously with the consent and with express approval of the government, and those which are not. With regard to a resolution of this type which may amount merely to an expression of opinion but which has been passed unanimously, government— and this was one of the points raised from the floor-government has a moral responsibility to implement. A resolution which has been passed unanimously that is to which government members have also agreed is in a sense however at par with an assurance by government and like an assurance, if it is not implemented, does not constitute a breach of privilege despite the moral aspect of it because the resolution by itself does not confer any right of privilge on the House or on any individual member. There are good reasons for that view and if I may quote again from the Parliamentary practice as is exists elsewhere, the reason is : 'that the House does not and cannot itself govern or administer because the House is not an executive, it is a legislature and we do not have any power to administer. As such, a resolution of the House cannot, in any way, bind the government to any policy or course of action and its non-implementation does not amount to a breach as the implementation of policy matters is conditional on a number of factors contributing to and impinging on such policy at the relevant time. But here there is no denying that certain moral considerations are involved which as was suggested by Prof. Khurshid Ahmad, must also be taken into account. If there is a resolution, under consideration on which the government as such or some division of the Government or some Ministers individually has any reservation or on which he is likely to have a

second thought, that thought must be expressed in the House itself, and in that case the resolution should not be allowed to be passed unanimously but with proper reservation and safe guards. However when we do pass a resolution unanimously then, I think there is a moral commitment involved on the part of the Government also in the sense of its having subscribed to the basic thought or basic theme of the resolution to implement it. Even though it may not be binding on it but keeping the moral force behind it, government should consider such a resolution very seriously before it comes back to the House and says, sorry, we cannot implement it, and this same story is repeated in future also. With these observations I will conclude that since the resolution in question, including the one on which the previous ruling was given amount to more expressions of formal opinion they do not constitute or confer any privilege on the House or any of its member and there is therefore no question of a breach of any privilege as such. But, I hope, government would bear in mind what I have observed with regard to the status, importance and prestige or *'vaqar'* or the resolution passed unanimously by this House. The respect that it deserves and the manner in which it should be considered and disposed of by government.

With regard to the deficiency in the rules to which I had referred earlier my idea is that once in six months, or once a year depending on the number of resolutions that we have before us, after we have received replies from the concerned divisions, we should inform the House in the form of a report of what the status of each of those resolutions is. Up-to-date out of the eight resolutions to which Maulana Sahib has referred just now and which we have on record, which were passed by the House unanimously, we have received replies to six of them only. The eight resolutions were :

(1) regarding the repatriation of Beharis ;
(2) the CDA Board—Reconstitution of the CDA Board ;
(3) The re-naming of the Karachi Airport and Lahore Airport;
(4) The resolution on 'Yom-e-Khandaq' or Labour Day ;
(5) The Celebrating the Independence Day on the 27th of Ramzan instead of 14th of August;
(6) stimulating the development of Book Publishing Industry in Pakistan;

(7) disposal of the G-6 quarters in Islamabad; and
(8) Uniform system of exploitation of reserve forest as well as privately owned forest under government managment.

These were the eight resolutions, of which we have not received replies so far to two of them one pertaining to the Independence Day Celebration which is the concern, I think, of the Ministry of Interior, and the other relating to the Management and exploitation of reserved and private forests.

Now, if the House is interested I can give you the status of each of the other resolutions. But my request to you would be that let me get reply from the other divisions also and before this session comes to an end we will place a report before you, an oral report of what the status of each one of those resolutions is, and then if any debate is to be held on that, any member may move that these matters should be re-discussed or debated. But let me make it clear that whatever the replies regarding the status of implementation they would not individually or collectively form a breach of privilege because of the earlier rulings and consideration over which I have gone over once again. However if you are interested and would so desire I can very briefly tell you even now what the status of each one of them is.

مولانا کوثر نیازی: جنابِ والا! مناسب ہوگا اگر آپ ان کے متعلق بتا دیں۔

جناب چیئرمین: مناسب ہے تو وہ بتا دیتے ہیں آپ کو۔

The first one is Javed Jabbar's resolution on the encouragement to the Book Publishing Industry. Now the action taken by the Education Ministry in this resolution runs into 2 pages and they have listed eight measures which they lave either implemented or which they say are in the process of implementation. I don't think we should read out the entire text.

The other one is Maulana Kausar Niazi's resolution on the 'Disposal of the G-6 quarters'. It says that a summary has been submitted to the Prime Minister and it is awaiting orders.

The Next one is about 'Yom-e-Khandaq'. Now, that resolution, as was desired has been communicated to the Organization of Islamic Conference. The OIC have also sent their reply that they have circulated it to their membership. They have however raised some technical objections also, and I better read them out. They say that it

should be noted however, that the digging of the trench was part of the preparation for a defensive battle by the Muslims rather than an action directed focusing attention on the Dignity of Labour. There are also many other episodes in the life of the Holy Prophet (Peace Be.Upon Him) whose claim for commemoration would be as weighty as the digging of the Khandaq. However, as you are aware many of Member States do not favour such celebrations and commemorations,"— Despite these objections the OIC, General Secretariat have informed that they are circulating our note and the resolution to the Member States. This is what we had asked for and this is what they are doing.

The next one is with regard to 'the Repatriation of Beharis'. It reads that during the discussion on a resolution moved in the Senate by Maulana Kausar Niazi for early repatriation of non-bengalis or the so-called Beharis for permanent rehabilitation in Pakistan, as adopted by the Senate in its session held during December, 1985, it was stated that the Government of Pakistan had more than fulfilled its obligation under the Delhi Agreement with India and the Tripartite Agreement of 1974 with the Governments of Bangla Desh and India for repatriation, etc. Nevertheless it was assured that the repatriation of the remaining non-bengalis would also be undertaken as and when the requisite funds were made available by 'Rabita Alam-i-Islami' on whose initiative the Government of Pakistan, taking a humanitarian view of the problem and acquiesced to accept more non-bengali. An estimate of the expenditure likely to be involved on the repatriation and the rehabilitation of about two and a half lakhs of non-bengalis from Bangla Desh to Pakistan has been prepared and transmitted to the 'Rabita Al'am-i-Islami'. The Government of Pakistan is constantly in touch with the Rabita through the Ministry of Foreign Affairs to generate the requisite funds as promised. According to the latest information, the Rabita is still making its efforts to mobilize the requisite funds and as soon as the funds are available, the Government of Pakistan will not hesitate to take up the repatriation process.

This completes the answer which we have received to six out of the eight motions and we are awaiting reply to the remaining two. So, subject to your approval what I propose doing is that before we conclude this session, I will bring an up-to-date report before the House.

مولانا کوثر نیازی : جناب والا! کئی ریزولیوشنز ہیں۔ ایک سی ڈی اے والا ہے۔

جناب چیئرمین : وہ بھی ہے اسی ہیں۔

مولانا کوثر نیازی : اس کا بھی جواب نہیں آیا۔

جناب چیئرمین : اس کا جواب نہیں آیا۔

مولانا کوثر نیازی : قائد اعظم ایئرپورٹ والا ہے۔

جناب چیئرمین : وہ سمری گئی ہے یہ اس کا جواب آیا ہے۔

The summary is before the Prime Minister.

مولانا کوثر نیازی : وہ آپ نے پڑھا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین : ممکن ہے مجھ سے رہ گیا ہو۔

مولانا کوثر نیازی : کوارٹرز کا پڑھا ہے صرف۔

جناب چیئرمین : دوسرا بھی پڑھا ہے۔ اس میں یہی ہے کہ

The summary is before the Prime Minister.

مولانا کوثر نیازی : دوسرا ستائیس رمضان والا ہے۔

جناب چیئرمین : اس کا جواب نہیں آیا۔ دو کا جواب نہیں آیا۔ میرے خیال میں اس کا طریقہ کار یہی ہونا چاہیے لیکن یہ رپورٹ نہ تو individual ریزولیوشنز کی جگہ لے سکتے ہیں نہ وہ پھر پریولیج موشنز بن سکتے ہیں اور نہ ان کو اس طریقے پر زیر بحث لایا جا سکے گا لیکن ایک جنرل رپورٹ ہو گی جو

Prepared on the basis of the information that the Secretariat receives from the Divisions in reply to the communications that we sent them would be placed before the House and then the House can think of ways and means how and what further action should be taken in regard to them.

مولانا کوثر نیازی : مناسب ہے جناب! آپ کی اس تفصیل کے بعد میں اپنی موشن پر اصرار نہیں کرتا۔

سید عباس شاہ : اجازت ہو تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین : جی فرمایئے!

Syed Abbas Shah: I ask for leave to move a motion under Rule 72(1) for which I have already given a notice under Rule 72(2) to the Secretariat.

Mr. Chairman: I have not seen that.

Syed Abbas Shah: I have given it to the Secretary's office.

Mr. Chairman: You may have given to the Secretariat but before you can move anything under Rule 72 you have to obtain the consent of the Chair. I have to come to a determination whether the motion under which you are raising a question of privilege is admissible, whether it does constitute a question of privilege. Till such time that I come to that determination or to that decision, I don't think you can raise any such motion in the House itself.

Syed Abbas Shah: Sir, I just wanted to ask your permission in this regard.

Mr. Chairman: But let me study then and it is quite possible considering actually with all due deference to all of you some of the flimsy grounds on which privilege motions are being agitated, I may have to kill some of them in the Chamber.

Syed Abbas Shah: Sir, it is not a privilege motion, it is a motion under Rule 72(1) and for which I am entitled to move and inform the House. I have informed the Secretariat. Sir, you were too busy and I could not come to you at that time. I came at 12.00 O'clock and I did not want to disturb you but the Secretary's office is quite...........

Mr. Chairman: Now, this is an adjournment motion in that case. Rule 72 does not stand independently. It appears under the chapter of Adjournment Motions and it relates to adjournment motion, it describes the procedure how an adjournment motion should be moved and at what stage the leave of the House should be asked.

Syed Abbas Shah: Thank you, Sir.

میر حسین بخش بنگلزئی : جنابِ والا! میں نے آج ایک تحریکِ استحقاق کے بارے میں نوٹس دیا ہے۔ اگر آپ مہربانی کریں اور اسے آج لے آئیں تو مشکور ہوں گا۔

جناب چیئرمین : میرے خیال میں، ان باتوں کے متعلق ذرا حوصلہ رکھیں جو کچھ میں نے ابھی آپ کے سامنے عرض کیا ہے وہ یہی ہے کہ جب تک اس کے بارے میں یہ

[Mr. Chairman]

طے نہ کیا جائے کہ واقعی یہ پریولج موشنز کی تعریف میں آتی ہے اور اسے واقعی اس طریقے کے تحت raise کیا گیا ہے یا نہیں؟

میر حسین بخش بنگلزئی: ٹھیک ہے جناب!

جناب چیئرمین: میں آپ سے پھر معذرت سے درخواست کروں گا کہ یہ پہلے بھی میں نے کہا تھا کہ بعض اوقات پریولج موشن پیش کرنے کے لئے ترغیب یہ ہوتی ہے کہ اس طریقے سے ایک معاملہ جو کہ اور کسی طریقے سے نہیں اٹھایا جا سکتا، خواہ وہ رولڈ آؤٹ کیوں نہ ہو جائے، خواہ وہ پریولج کسی صورت میں بھی نہ بنتا ہو، لیکن اس پر کچھ بحث مباحثہ ہو جائے اس لیے آئندہ کے لئے میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ یہ ہاؤس کا بہت قیمتی وقت ہے، اسے بچانے کے لئے اسے چیمبر میں ہی ایگزامن کیا جائے گا۔ اگر وہ privileges کی definition میں آتی ہے تو بسر وچشم، یعنی اگر primafacie بھی آتی ہے تو بسر وچشم otherwise آپ کو اطلاع دی جائے گی کہ ان ان وجوہات کی بنا پر اسے ہم پریولج موشن یا پریولج کا question تصور نہیں کرتے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس سے اتفاق کریں گے۔ اگر نہیں کرتے تو جیسے میں نے ابھی طارق چوہدری صاحب کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ . . .

میر حسین بخش بنگلزئی: مجھے آپ سے اتفاق ہے جی!

جناب چیئرمین: چیمبر میں تشریف لے آئیں، پھر آپ کو سمجھائیں گے۔ اب تحاریک التوا کو لیتے ہیں۔

مولانا کوثر نیازی: پوائنٹ آف آرڈر،

جناب چیئرمین: جی فرمائیے!

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! میری ایک موشن کا مجھے ابھی تک جواب نہیں ملا۔

جناب چیئرمین: کون سی؟

مولانا کوثر نیازی: اس دن موو کی تھی اور آپ نے فرمایا تھا کہ یہ پرائیویٹ ممبرز ڈے کے روز پیش ہو گی۔

جناب چیئرمین: اس کا آپ کو جواب نہیں دیا؟

مولانا کوثر نیازی : نہیں جناب ! مجھے جواب نہیں ملا۔

جناب چیئرمین : میں نے آج اسے ایگزامن کیا ہے، اس کے بارے میں ہم آپ سے درخواست کر رہے ہیں کہ ہر ایک موشن کا الگ الگ طریقہ کار ہے، اگر ہمیں آپ یہ indicate کر دیں کہ یہ قاعدہ ۱۸۷ کے تحت ایک ریزولیوشن ہے یا یہ دوسری کسی قسم کی موشن ہے۔ اس کے بارے میں آپ ہمیں بتا دیں۔ اس کے بعد اس particular موشن کے متعلق جو قواعد وضوابط ہیں، ان کو ہم دیکھ لیں گے۔ اس کے بعد ہم اسے ہاؤس کے سامنے لے آئیں گے۔ ایک اس کا طریقہ یہ ہے، یہ شاید پرسوں بھی میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ اگر وہ پرائیویٹ ریزولیوشن کی فارم میں آ رہا ہے، تو پرائیویٹ ممبرز ڈے کے ایجنڈے پر after succeeding in the ballot ہی آئے گا اور اس کے لئے سات دن کا یا دس دن کا رولز کے مطابق نوٹس چاہیئے !

مولانا کوثر نیازی : ابھی اس کا مجھے جواب نہیں ملا۔ اگر مجھے جواب ملے گا تو میں بتا سکوں گا۔

جناب چیئرمین : آپ کو جواب مل جائے گا۔ اس کو آپ دیکھ لیں۔ اس کے متعلق اگر کچھ بات کرنے کی ضرورت ہوئی تو بات کر لیں گے۔

تحریک التوا نمبر ۱۸، مولانا کوثر نیازی صاحب !

ADJOURNMENT MOTIONS ;
(i) *RE* : WORLD BANK'S REFUSAL TO MAKE PAYMENT OF 2ND INSTALLMENT OF LOAN TO WAPDA

مولانا کوثر نیازی : جنابِ والا ! میری تحریکِ التوا یہ ہے کہ اخباری اطلاعات کے مطابق ورلڈ بنک نے پاکستان کو توانائی کے شعبے میں ۱۷۵ ملین ڈالر کے قرضے کے ایک حصے کی ادائیگی روک دی ہے اس کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ ورلڈ بنک نے واپڈا کو بجلی کے نرخوں میں دس فیصد اضافہ کرنے کی جو سفارش کی تھی اس پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔

اس خبر سے بیرونی قرضوں اور ان کے ساتھ وابستہ شرائط کے سلسلے میں جو صورتِ حال ابھرتی ہے وہ تشویش ناک ہے۔ لہٰذا میں تحریک کرتا ہوں کہ اس پر بحث کرنے کے لئے ایوان کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Mr. Wasim Sajjad: Yes Sir.

مولانا کوثر نیازی: جناب والا! یہ تحریک التوا self explanatory ہے۔ اخبارات نے یہ بتایا ہے کہ ورلڈ بنک نے ۱۷۵ ملین ڈالر کے قرضے کے ایک حصے کی ادائیگی اس وجہ سے روک دی ہے کہ اس نے واپڈا کو یہ کہا تھا کہ وہ بجلی کے نرخوں میں دس فیصد اضافہ کر دے لیکن واپڈا نے یہ اضافہ نہیں کیا تو تادیبی کاروائی کے طور پر ورلڈ بنک نے وہ قرضے کی قسط روک لی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بیرونی قرضے ہمیں دیے جاتے ہیں ان کے تحت ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت بھی کی جاتی ہے اور حکومت کو under pressure لا کر بعض ایسے کام بھی کرائے جاتے ہیں جو عوام کے مفاد میں نہیں ہوتے جن سے پاکستان میں انتشار پیدا ہو سکتا ہے۔ واضح طور پر اگر بجلی کے نرخوں میں اضافہ ہو تو عام آدمی اس سے متاثر ہوگا اور عام آدمی متاثر ہوگا تو بے چینی بڑھے گی، خلفشار بڑھے گا اور اس کے نتیجے میں حکومت غیر مستحکم ہوگی تو ان بیرونی قرضوں کے نتیجے میں پاکستان جس صورت حال سے دوچار ہے اس کی آئینہ دار یہ رپورٹ ہے اور یہ بجا طور پر اس قابل ہے کہ اس کی روشنی میں بیرونی قرضوں کے مسئلے کو اس ایوان میں لایا جائے اور اس پر سیر حاصل بحث کی جائے۔

Mr. Chairman: Wasim Sajjad Sahib.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, I oppose this adjournment motion firstly because under Rule 71(a), it is not a matter of urgent public importance. It is a matter of public importance, question of loans etc. It is not a matter of urgent public importance. Secondly Sir, under Rule 71(b), it shall relate substantially to one definite issue. Now, here it is not a definite issue and it is not one issue. The honourable mover talks of the with-holding of 175 million dollars and then he talks of the inference, he says that, "اس کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ ورلڈ بنک نے واپڈا کو بجلی کے نرخوں میں دس فیصد اضافہ کرنے کی جو سفارش کی تھی، اس پر عمل درآمد نہیں کیا گیا"

So, two issues are being raised and, therefore, it is hit by Rule 71(b). Thirdly Sir, it shall relate under Rule 71(f), to a matter which is primarily the concern of the Government or to a matter in which the

Government has substantial financial interest. The Government has financial interest in this Sir, but not primarily. This is a matter of negotiation, it is a matter of an agreement between two parties and then there is an agreement, you have to adjust your position according to the requirements of the situation. These are the matters fixed by negotiations, determined by negotiations and it is not always that the Government can have its way in whatever you want to have from the loan giving authority. If you want a loan then it is a matter of negotiation. You have to come to a certain agreement on the terms and conditions of the loan giving authority and this is what primarily the concern of the Government. It is something which is fixed by negotiations. It is not a matter in which the Government can say, "no these are going to be the conditions and you give us loan". Because there the Government has to depend on the requirements which are requirements of the other side also. Fourthly, Sir, it is a matter where the facts have not been correctly indicated and I will briefly state what is the correct position. The correct position is that the World Bank furnished a loan of US $ 178 million on 19-7-1985 for energy sector in two tranches. The first tranche of US $ 104.5 million was released on the date of the effectiveness of the loan, *i.e.* 5th of September, 1985, but the release of the second tranche of US $ 73.5 million is contingent on two conditions which were negotiated. These two conditions are :

(a) A review of the progress made in implementing WAPDA's three years investment programme of Rs. 30 billion. The investment was to be made in financial years 1985-86, 1986-87 and 1987-88.

(b) The Government of Pakistan taking all necessary measures including adjustments to the electricity tariff to ensure that in the fiscal year 1987, 40% of WAPDA's investment programme is financed by internal cash generation.

As regards three years' investment programme its yearly breakdown is as follows :

1985-86	9099 million rupees
1986-87	9813 million rupees
1987-88	11088 million rupees

In 1985-86 Rs. 9285.58 million were alloc̈ted for WAPDA's ADP against Rs. 9099 million envisaged in the investment programme. From this amount Rs. 7356 million was spent. The short-fall occurred mainly in foreign currency expenditure due to :

(a) low prices of equipment than estimated;
(b) local currency component of the investment programme was based on a rate of customs duty which has been reduced by 50% on the material and equipment imported by WAPDA;
(c) delay in the effectiveness of ADP for Tarbela-13, 14.

The shortfall during fiscal year 1986 in the investment programme amounted to Rs. 1.9 billion. This was substantially covered by an allocation of Rs. 10.960 billion in the current fiscal year 1987 against an investment programme of Rs. 9.813 billion. The balance would be more than covered during fiscal year 1988.

As regards (b) *i.e.* the condition regarding 40% of WAPDA's investment being financed by internal cash generation, was agreed to by the former Finance Minister in a letter of policy signed by him regarding the energy sector loan and passed on to the World Bank. 40% target for internal cash generation during 1987 has been achieved by :

(a) application of fuel adjustment charges;
(b) reduction of Marri gas prices from Rs. 26 to Rs. 11 per one thousand cubic feet.

The total increase which will accrue to WAPDA., received from the above two measures will be of the order of Rs. 587 million which will increase WAPDA's self financing percentage in the fiscal year 1987 to 42.54%.

I may just indicate, Sir, that the other day there was a motion in the National Assembly regarding the fuel adjustment charges as a result of which the Prime Minister took a decision that the exemption on consumption was raised from 250 units to 300 units. This will result in a shortfall in WAPDA's revenues to the extent of about Rs. 2 crores but we will still be within the 40% condition which has been imposed by the World Bank.

Now, since the conditions have been fulfilled the World Bank was requested on the 10th November, 1986 to consider the release of

the second tranche of the energy sector loan. They intimated that they were recommending the release of the second tranche to the World Bank Board. The Board's decision has not yet been conveyed to us. It is understood that the World Bank are likely to approve the release of the second tranche during the next meeting. In these circumstances since the motion is not even correctly based on the facts as they are, I would say, Sir, that it may kindly be ruled out of order.

مولانا کوثر نیازی : جناب وزیر صاحب کے اس تفصیلی بیان کے بعد میں اپنی اس تحریک پر زور دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین : شکریہ! مولانا صاحب آپ اپنی اگلی تحریک التوا پیش کریں۔

(ii) *RE* : MONEY LENDING BUSINESS ON INTEREST IN THE COUNTRY

مولانا کوثر نیازی : جناب والا! میری تحریک التوا یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ لاہور" نے اطلاع دی ہے کہ اس وقت لاہور میں ۳۶ ایسے افراد موجود ہیں جنہیں سود کا کاروبار کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے باقاعدہ لائسنس جاری کیے گئے ہیں۔ ان میں ۳۴ پٹھان ہیں۔ لائسنس جاری کرنے کا یہ اختیار ہر ضلع کے کلکٹر کے پاس ہے' اس لئے چاروں صوبوں میں ایسے افراد کی تعداد یقیناً بہت زیادہ ہوگی۔ خبر میں بتایا گیا ہے کہ لائسنس جاری کرنے کا اختیار ضلعی کلکٹروں کو Money Lenders Ordinance 1907 کے تحت حاصل ہوا ہے۔ اس انکشاف سے جہاں حکومت کے اسلامی دعووں کی قلعی کھلتی ہے وہاں وسیع پیمانے پر سودی کاروبار کے فروغ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ میں تحریک کرتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی روک کر اس مسئلے پر بحث کی جائے۔

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Mr. Wasim Sajjad: Yes, Sir.

جناب چیئرمین : یہ بھی وضاحت کریں کہ لائسنسنگ میں لوگوں کی قومیت بھی درج ہے یا صرف citizenship ہوتی ہے۔

مولانا کوثر نیازی : جناب والا! میں نے جو اخبار میں اطلاع تھی' اسے پڑھا ہے اور میں خود پٹھان ہوں۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین : میں ہمیشہ کہتا رہا ہوں کہ اخبار کی اطلاع پر جب تک ہمیں خود اس بات کا علم نہ ہو، سو فیصد rely نہیں کرنا چاہیئے۔

مولانا کوثر نیازی : جناب والا! آپ نے کئی تحریکوں پر جو اخبارات ہی کے ذریعے ہوتی ہیں ...

جناب چیئرمین : یہ صحیح ہے، بعض اوقات اطلاعات صحیح بھی ہوتی ہیں۔

مولانا کوثر نیازی : ہمارے پاس کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے کہ ہم یہ تحقیقات کریں اضلاع میں جا کر کلکٹروں کے پاس ...

جناب چیئرمین : یہ ویسے بیچ میں جملہ معترضہ تھا۔

مولانا کوثر نیازی : بہرحال میں خود بھی پٹھان ہوں اور اگر کوئی پٹھان سود خور ہے تو پٹھان ہوتے ہوئے بھی میں اس کی مذمت کروں گا۔

جناب چیئرمین : بُری بات ہے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : بحیثیت مسلمان کے سود خور نہیں ہونا چاہیئے۔ بجائے قومیت کے ...

جناب چیئرمین : دونوں صحیح ہیں۔

مولانا کوثر نیازی : بہرحال یہ ہے کہ یہ حکومت جو اسلام کی بنیاد پر اپنے آپ کو استوار کرنے کا علم اٹھائے ہوئے ہے اور اسی کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے اس حکومت کے عہد میں لائسنسنگ کا اجراً باقی رہنا اور اس کا ہر ضلع میں لائسنس ہولڈر ہونا اور آگے پھر سود خوری کو فروغ ملنا یہ ملک کے لئے بہت زیادہ باعث شرم ہے اور یہ آئین کے بھی منافی ہے جو اس طرح کی حرکات کی اجازت نہیں دیتا اور اس سے یقیناً ملک میں جو لوگ نہیں چاہتے تھے ان میں الارم پیدا ہوا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس پر یہاں تفصیلاً ضرور بحث ہونی چاہیئے۔

جناب چیئرمین : شکریہ، جناب وسیم سجاد صاحب!

جناب وسیم سجاد : جناب والا! مولانا صاحب نے اپنی تحریک پڑھتے ہوئے روزنامہ "جنگ"، لاہور کی جو تاریخ ہے ۱۹ اکتوبر اس کو نہیں پڑھا۔ میرے خیال میں انہوں نے محسوس کیا کہ اس کے پڑھنے سے ان کی تحریک جو ہے وہ خلاف ضابطہ قرار دے دی جائے گی۔ ۱۹ اکتوبر کے اخبار میں یہ بات شائع ہوئی اور انہوں نے نوٹس ۵ نومبر ۱۹۸۶ کو دی ہے، یعنی کہ یہ urgent public importance نہیں بنتا۔ انہوں نے

first opportunity پر نہیں دی اور اس میں یہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ کب سے یہ لائسنس جاری کیے گئے ہیں۔ کوئی پرانے جاری کیے گئے ہوں گے، کوئی ایسی urgent بات نہیں ہے۔ دوسری یہ چیز ہے جناب کہ یہ ایک صوبائی مسئلہ ہے کیونکہ Punjab Money Lenders Ordinance ایک قانون ہے جس کے تحت یہ لائسنس جاری کیے جاتے ہیں اور اگر اس میں کوئی تبدیلی کرنی ہے تو پھر اس قانون میں تبدیلی کرنا ہوگی، ترمیم کرنی ہوگی جو کہ صوبائی اسمبلی کا مسئلہ ہے لہٰذا

Under Rule 71(a) it shall not relate to a matter which can only be remedied by legislation.

تو جہاں تک سودی کاروبار کا تعلق ہے جناب اس کے بارے میں واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت نے اس کی حوصلہ شکنی کی ہے اور بہت سے اقدامات کیے ہیں جن کے تحت سودی کاروبار کو ختم کیا گیا۔ سودی نظام جو ہے اس کو بتدریج ختم کیا جا رہا ہے اور بہت سے اقدامات کیے گئے ہیں جن میں سے کچھ کا میں حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک تو یہ ہے۔

(1) Advances to government servants of grade 1 to 15 for purchase of cycle or house building have been made interest free *w.e.f.* 12th December, 1978.

(2) It was decided with effect from 1-7-1983 that the government servants who do not claim interest on their GP fund balances shall not be charged interest on house building advances or other advances admissible to them.

(3) From 1st January, 1981, interest free profit and loss sharing counters were opened in all the branches of nationalized commercial banks.

(4) Modharba companies and Modharba Floatation and Control Ordinance, 1980 was promulgated which govern the floatation of Modharbas.

(5) The National Investment Trust was converted into an interest free organization *w.e.f.* 1st July, 1979.

(6) Operations of Investment Corporation of Pakistan were transformed into interest free *w.e.f.* 1st July, 1979.

(7) To meet the borrowing requirements of the companies in such a manner that the lenders become participants in the

[Mr. Wasim Sajjad]

profits of the company, a new instrument namely Participation Term Certificate was devised.

I think, you Mr. Chairman, were the author responsible for a lot of these measures and they were taken in your time as the Finance Minister.

(8) The operations of the House Building Finance Corporation were transformed into interest free with effect from 1st July, 1979.

(9) The interest element from the operations of Small Business Finance Corporation totally eliminated from 1st July, 1980.

(10) From October, 1981, the nationalized commercial banks launched the scheme of *Qarz-e-Hasanah* to deserving students to meet expenses of their studies.

(11) To meet the working and fixed capital requirements of trade and industry, Islamic techniques of Musharaka, leasing and hire purchase were adopted by the banks.

So, Sir, several measures have already been taken by the Government and this particular motion, Sir, as I already said, is hit by the fact that it is a provincial matter and not urgent matter and not of recent occurrence.

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! میں اس کے جواب میں یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ "اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت" ورنہ بات بہت لمبی ہو جائے گی اور میں پھر انہیں بتانے پر مجبور ہو جاؤں گا کہ ہم بیرونی قرضوں کے ضمن میں اپنے بجٹ کا پندرہ فیصد سود ادا کرتے ہیں اور غیر ملکی حکومتوں کا ۴۰ بلین قرضہ ہم پر ہے جس پر ہم سود دیتے ہیں، لیکن وہ اگر اتنا کہہ دیتے کہ اگر یہ صوبائی مسئلہ بھی ہے تو وہ صوبائی حکومت کو اس بارے میں سفارش کریں گے یا توجہ دلائیں گے کہ وہ اس قانون کو منسوخ کردے تو ان سے ان کا کیا بگڑ جاتا۔ بہرحال اب بھی وہ کرم فرما دیں تو بہتوں کا بھلا ہوگا۔

جناب چیئرمین: وہ تو اس ڈبیٹ سے بہتوں کا بھلا ہو جائے گا۔ کیا اس پر آپ اصرار کریں گے؟

مولانا کوثر نیازی: جی میں ضرور کروں گا۔ اگر آپ ایک منٹ کی مہلت دیں تو وزیر قانون میرے خیال میں کچھ دیکھ رہے ہیں اور ابھی کہنے کو ہیں۔

جناب وسیم سجاد: میں یقین دہانی کوئی نہیں کراؤں گا۔

مولانا کوثر نیازی: آپ یقین دہانی نہ کرائیں۔ آپ یہ کہہ دیں کہ آپ اس سلسلے میں کوشش کریں گے۔

جناب وسیم سجاد: غور کریں گے۔

مولانا کوثر نیازی: چلئے یہی سہی۔

جناب چیئرمین: تو اس پر اصرار نہیں کر رہے؟

مولانا کوثر نیازی: جی نہیں

جناب چیئرمین: اگلی موشن جناب عبدالرحیم میرداد خیل صاحب، کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن سے متعلق ہے۔

(iii) *RE*: SALE OF 20/25 LACS OF BALES OF COTTON BY C.E.P.

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ روزنامہ جنگ، راولپنڈی مورخہ ۶ نومبر ۱۹۸۶ کو یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ وفاقی وزیر جناب پرنس محی الدین صاحب نے ایک بیان میں کہا ہے کہ میں نے ایکسپورٹ پرمٹ جاری کرنے کی سفارش کر کے کوئی جرم نہیں کیا۔ کپاس کی غیر قانونی فروخت کو روکنے کے لئے میرے جاری کردہ احکام پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ میں نے چور کو پکڑا، حکومت نے مجھے پکڑ لیا۔ آئندہ کوئی چور نہیں پکڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ بیس پچیس لاکھ گانٹھیں صرف چار بڑے آدمیوں میں مالی برادرز لیول پول، ایلن برگ اور بونگے وغیرہ کے پاس فروخت کر دی گئیں وہ کپاس کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن وزارت تجارت کی منظوری کے بغیر فروخت کرنے کی مجاز نہیں تھی۔ اس سودے میں چونکہ قوم کو ایک ارب روپے سے بھی زیادہ کا نقصان ہوا ہے۔ لہٰذا ایوان میں اس اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ پر بحث کی جائے۔

Mr. Chairman: I belive, it is being opposed.

آپ وضاحت کریں تو اس میں ذرا اس بات کی بھی تشریح کر دیں کہ کون سا موضوع ہے جس کو آپ زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ پرنس محی الدین کی برطرفی یا اس کا بیان یا کپاس غلط

[Mr. Chairman]
طریقے پہ فروخت ہوئی ہے اور کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن کی کارکردگی یا قوم کو ایک ارب روپے کا نقصان۔ یعنی آپ نے یہ تین چار موضوع اکٹھے کئے ہیں، اس میں کس کو آپ زیرِ بحث لانا چاہتے ہیں؟

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ وزیر کے متعلق یہ نہیں ہے۔ وزیر تو آتے جاتے رہتے ہیں، اب کس کس وزیر کے خلاف باتیں کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو وزیر محترم حکومت کے باقاعدہ وزیر تھے ان کا یہ بیان ہے لہٰذا اس بیان کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ تحریکِ التوا پیش کی ہے کہ وہ ایک مصدقہ خبر ہوگی

اس لیئے کہ وہ کابینہ کے رکن رہ چکے ہیں لہٰذا یہ بات ہے کہ اگر اسکے ساتھ کچھ حالات ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ انھوں نے غبن کیا ہے یا کچھ اور کیا ہے تو اس وجہ سے انھوں نے صاف کہا ہے کہ میں نے چوروں کو پکڑا ہے۔ جب چوروں کو پکڑا ہے تو صاف بات ہے کہ اس میں سابق وزیر ملوث ہوگا۔ جب سابق وزیر ہے تو پھر اسکے خلاف کچھ کیوں نہیں کیا گیا اور اگر وہ نہیں ہے تو اس وقت انہوں نے جو پرمٹ ایشو کئے ہیں یہ کس لحاظ سے ایشو کئے ہیں کیا اس ملک میں پیسہ اتنا ہو

گیا ہے؟ ایک ارب روپیہ یہ کہہ رہے ہیں ہو سکتا ہے اس سے زیادہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کا پیسہ جو اتنا ضائع ہو رہا ہے یہ نہیں ہونا چاہیئے۔

جناب چیئرمین: شکریہ، جناب وسیم سجاد صاحب!

Mr. Wasim Sajjad: Sir, it is being opposed, firstly on the ground that you were very kind enough to make reference to Rule 71(a);

"that it shall raise an issue of urgent public importance."

This was received by the Secretariat on the 12th of November, 1986 and reference to the 'Jang', Rawalpindi, is of 6th of November, 1986. So, therefore, it is hit by Rule 71(b);

'it shall relate substantially to one definit issue.'

You have very kindly indicated reference to the three different issue. Then Sir, as far as the matter itself is concerned, the Government on receipt of information regarding this matter took immediate action and a detailed inquiry was conducted by the Prime Minister Inspection

Team and this matter is still under consideration and certain actions were also taken, certain officers were suspended, certain enquiries were held. The matter is still at that stage of investigation/enquiry, the final report has not yet come in and therefore it is hit by Rule 71(1):

> "it shall not relate to a matter pending before any court or other authority performing judicial or quasi-judicial functions."

So, this is an enquiry of quasi-judical nature where the matter is being investigated as to know who is responsible for it. Therefore, Sir, it is not a matter which would be urgent or raising one definite issue or would need the intervention of this House because the matter has already been taken cognizance of by the Government and the appropriate action has also been taken.

جناب چیئرمین : جناب میرداد خیل صاحب!

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : جناب چیئرمین صاحب! وزیر محترم نے یہ کہہ دیا ہے کہ مسئلے کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ تو یہ اس وقت تک ملتوی کیا جائے۔ جب تحقیقات ہو جائے تو پھر اس کو مسترد بھی کریں یا پھر وہ نتائج کم از کم سامنے آئیں۔

جناب چیئرمین : میرے خیال میں اس اسٹیج پر آپ اس پر اصرار نہ کریں۔ ملتوی اس طریقے پر نہیں ہو سکتا۔ انکوائری اپنا ٹائم لے گی اور جب آپ انکوائری رپورٹ سے مطمئن نہیں ہوں گے تو پھر آپ اور موشن لے آئیں۔ کیا میں فرض کر لوں کہ آپ اس پر اصرار نہیں کر رہے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : جو امام کی نیت ہو وہی مقتدی کی نیت!

جناب چیئرمین : اچھا، اگلی جناب عبدالرحیم میرداد خیل صاحب نمبر ۲۸ ایڈجرنمنٹ موشن کے ٹائم میں پانچ منٹ باقی ہیں۔

(iv) *RE :* CONCENTRATION OF RUSSIANS TWO DIVISION ARMED FORCES ON THE TURKHUM BORDER

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ روزنامہ مشرق، کوئٹہ میں مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۸۶ء کو یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ دسمبر میں پاکستان پر روس اور بھارت کے بڑے حملے کا خطرہ ہے اور روس نے دو ڈویژن فوج پاکستان کی سرحد پر جمع کر دی ہے۔ واخان میں ایٹمی میزائلوں کی تنصیب طورخم کے قریب ۱۴ ہزار روسی فوج نے کارمل فوج

30

[Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel]

کی جگہ لے لی۔ نئے مورچے اور چوکیاں قائم کی جا رہی ہیں۔ دسمبر میں پاکستان پر بھارت اور افغانستان دونوں جانب سے حملے کا خطرہ ہے۔ روس نے حال ہی میں پاکستان کے اہم سرحدی علاقے چترال کے نزدیکی علاقے واخان میں ایٹمی میزائل نصب کر دیے ہیں معتبر ذرائع کے مطابق روس جنگ لڑنے کی صورت میں شاہراہ ریشم کو کاٹنے کی کوشش کرے گا۔ سرحد کے ساتھ اہم فوجی چھاؤنیوں میں بھی افغان فوج کی جگہ روسی افواج کو متعین کیا جا رہا ہے۔ اس اہم اور فوری نوعیت کے پیش نظر ایوان میں بحث کی جائے۔

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Mr. Wasim Sajjad: Yes Sir, but the Minister for Defence is actually not here at the moment but it is being opposed.

Mr. Chairman: I think, you can deal with it,

میر داد خیل صاحب آج تشریح کریں۔

جناب عبدالرحیم میر داد خیل : وزیر دفاع صاحب تشریف نہیں رکھتے تو پھر اسے ملتوی کیا جائے۔ گزارش یہ ہے کہ پاکستان کی جو سرحدات ہیں وہ اس وقت خطرے سے دوچار ہیں۔ ایک طرف بھارت افواج جمع کر رہا ہے دوسری طرف روسی افواج بھی سرحدات پر اپنے آپ کو منظم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں تاکہ یہ پاکستان کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکیں اور اس کا تلخ تجربہ پہلے مشرقی پاکستان میں انہوں نے کیا ہے اور ہندوستان کی مدد کر کے انہوں نے مشرقی پاکستان کو الگ کیا۔ میری گزارش اتنی ہوگی کہ ہمیں سرحدات کے تحفظ کے لئے ہمہ تن یک جہتی کے ساتھ اس ملک کے دفاع کی حفاظت کے لئے ایک منظم ٹیم مقرر کرنی چاہیے اور مشترکہ پارلیمنٹ سے اس کے لئے ممبران کو لیا جائے اور اپنی تمام سرحدات کے اوپر ایک کمیٹی مقرر کر کے ان کے دورے کیے جائیں کہ کتنے مسائل ہیں اور یہ افواج جو غیر ممالک کی ہمارے بارڈر پر ہیں اس کا کیا اور کیسے تدارک کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں میری یہ تجویز ہوگی اور انشاءاللہ پارلیمنٹ کے یہ ایوان بھی اس پر متفقہ فیصلہ کر لیں گے، اور حامی بھریں گے کہ واقعی ہمیں بھی اس طرح سے آگاہ رہنا چاہیئے کہ ہم سرحدات پر جائیں اور دورے کریں اور اس کے حالات معلوم کریں۔

جناب چیئرمین : شکریہ!

Mr. Wasim Sajjad: Sir, just I will briefly state, I think the adjournment motion has become infructuous for the reason that it was stated in the report dated 14th November.

یہ خبر شائع ہوئی کہ دسمبر میں پاکستان پر حملے کا خطرہ ہے تو دسمبر تو گزر گیا اور...

جناب چیئرمین : اب تو جنوری بھی گزر گیا ہے۔

جناب وسیم سجاد : جنوری بھی گزر گئی ہے، لہٰذا بات تو یہیں ختم ہو جاتی ہے۔

So, this is totally hypothetical. As far as the anxiety of the honourable member is concerned, I would like to assure this House and the people outside that the Government is fully conscious, fully aware of the situation on the borders; fully conscious of its responsibility and will take every appropriate action to protect the integrity, the sovereignty and the territorial integrity of Pakistan. So, the members should rest assured that the Government is conscious and fully aware of the situation on the eastern border and on the western border and will take all necessary steps. The Prime Minister has already made a detailed statement on this matter in the National Assembly in the joint session where he also indicated that the Government will take every step to defend Pakistan if, unfortunately, a situation arises where we are aggressed against. Thank you, Sir.

جناب چیئرمین : جناب میرداد خیل صاحب! بلائے رسیدہ بود و لے بخیر گزشت! تو اب چھوڑیں اس کو، دسمبر بھی گزر گیا، جنوری بھی گزر گیا، تو آپ اصرار نہیں کرتے ؟

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : میں نے صرف یاد دہانی کرائی ہے۔

جناب چیئرمین : یاد دہانی ہو گئی، انہوں نے آپ کو جواب بھی دیا۔

Half an hour for adjournment motions is over. We take up the Legislative Business.

پچھلے اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ جناب قاضی عبداللطیف صاحب اور مولانا سمیع الحق صاحب جو بحث شریعت بل پر ہوئی ہے اس کو سمیٹیں گے۔ ان کی تقاریر سے پہلے اس کی خواندگی بھی ختم ہو جائے گی البتہ مولانا سمیع الحق صاحب نے آج درخواست کی ہے کہ ان کو دوسرا موقع دیا جائے۔ چونکہ وہ آج بیمار ہیں، حاضر نہیں ہو سکے تو قاضی صاحب آپ اپنے آخری خطاب سے سینٹ کو نوازیں۔

FURTHER DISCUSSION ON THE ENFORCEMENT OF SHARIA BILL IN THE COUNTRY

قاضی عبداللطیف : نحمدہٗ نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ جناب چیئرمین! معزز اراکین کے خیالات اور آرا میں نے سنے۔ میں ان کے قیمتی مشوروں کا یقیناً مشکور ہوں تقریباً اس بل کو پیش ہوئے غالباً بیس مہینے ہونے والے ہیں اور سینٹ کے طریقہ کار سے گزرتے ہوئے آج وہ آخری مراحل میں ہے۔

جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ ۱۳ر جولائی کو یہ بل پیش کیا گیا تھا۔ اس ایوان میں بعض حضرات نے اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ میں بلاوجہ اس پر اصرار اور ضد کر رہا ہوں، اس کے متعلق میری گزارش اتنی ہوگی کہ ان حضرات کو معلوم ہے کہ یہ میرا پیش کردہ بل منتخبہ کمیٹی کے پاس گیا۔ اس نے اس پر اپنی رپورٹ مرتب کی اور اس وقت جو بل ایوان میں زیر بحث ہے وہ وہی ہے جس پر منتخبہ کمیٹی نے رپورٹ مرتب کی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس میں ترمیمات بھی ہوئی ہیں اور میں نے وہی ان ترمیمات کو قبول کیا اور انہی ترمیمات کے ساتھ یہ رپورٹ یہاں پیش ہوئی ہے۔ اس کے بعد اسے رائے عامہ کے لئے مشتہر کیا گیا اور قریباً ساڑھے تیرہ لاکھ سے زائد حضرات نے اس پر اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ اسے من وعن منظور کیا جائے۔ جو لوگ اس کے مخالف تھے ان کی تعداد میرے خیال میں ہزار میں سے ایک بھی نہیں بنتی۔ اس کے بعد یہ اسلامی نظریاتی کونسل میں پیش کیا گیا ان کی سفارشات آئیں اور حکومت کے بعض معزز حضرات سے اس پر بات چیت بھی ہوئی تو میں نے ان سے کہا تھا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے مرتب کردہ مسودے کے مطابق ہم ان میں ترمیمات کرنے پر تیار ہیں۔ اس کے بعد علماء نے اس کی تائید کی۔ انہوں نے بھی اس میں کچھ ترامیم تجاویز کیں تو میں نے ان کا بھی خیر مقدم کیا اور میں نے کہا کہ ہم اس کے لئے تیار ہیں جو اہل فن کی طرف سے اس میں ترمیمات آئیں ہم ان کے لئے تیار ہیں اور اس کے باوجود بھی اگر بعض حضرات کو شبہ ہے کہ ہم اس پر بلاوجہ اصرار کر رہے ہیں تو اس کے متعلق میں کیا عرض کروں کہ ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اتنے مراحل سے گزرنے کے بعد پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اس بل میں اختلافات ہیں اور علماً اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں تاریخ میں اتنا اتفاق علماً کرام کا کسی بل پر نہیں ہوا جتنا کہ اس بل پر ہوا ہے، تمام مکاتب فکر کے علماً نے (میں مکتب فکر کے لحاظ سے کہہ رہا ہوں، افراد کے لحاظ سے نہیں) اس کی حمایت کی ہے۔ یہاں ہمارے ایک بزرگ نے فرمایا تھا کہ یہ نہ بل ہے نہ شریعت ہے۔ شریعت کی تشریح اور تعریف تو علماء ہی کر سکتے ہیں اور علماء ہی نے یہ کہا تھا کہ یہ بل متفقہ ہے اور سب اس پر متفق ہیں۔ دوسری جانب سے انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ بل بھی نہیں ہے جو ہمارے ایک بہت بڑے قابل احترام بزرگ ہیں تو میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ قانونی نقطۂ نگاہ سے وکلاً اس کا جائزہ لے سکتے ہیں اور راولپنڈی کے ۸۰ وکلاً نے دستخط کر کے ہماری حمایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی ہم من و عن حمایت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ماہرین قانون تنظیم اسلامی جو ایک عالمی تنظیم ہے اور اس میں تقریباً سب کے سب وکلاً ہیں، سب نے اس کی حمایت کی ہے اور کہا ہے کہ ہم اس کی حمایت میں ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء اور وکلاء بھی موجود ہیں، انہوں نے بھی اس بل کی حمایت و تائید کی ہے اگرچہ انہوں نے اس کے اندر کچھ زیادہ تشریحات کی ہیں اور ہم نے کہا تھا کہ ان کی تشریحات و تفصیلات ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ باہر سے بھی میں دیکھ رہا ہوں، بعض اخبارات میں اس کے متعلق مضامین آتے ہیں ان میں تقریباً تین قسم کے لوگ ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جو کسی مذہب کے بھی قائل نہیں ہیں۔ ان لوگوں نے بھی مضامین لکھے اور یہ ایک فرقہ آج کا پیدا شدہ نہیں بہت قدیم ہے۔ یہ فرقہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ زندگی اور موت کا قصہ زمانے کی گردش کی بات ہے۔ نہ خدا ہے اور نہ آخرت ہے اور نہ اس کے بعد حیات ہے اور نہ کوئی حساب کتاب۔ وہ لوگ اس وقت کبھی اپنے آپ کو ترقی پسند کہا کرتے تھے۔ قرآن کریم نے ان کا تذکرہ یوں فرمایا ہے کہ میں آپ کو سب سے زیادہ خسارے والے لوگ بتلاؤں جن کی تمام مساعی دنیا ہی کے خیالات اور دنیا ہی کی ترقی میں مصروف ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فرمایا: ان کا خیال یہ ہے کہ وہ ترقی کے راستے پر جا رہے ہیں، بڑا اچھا کام کر رہے ہیں اور اپنی دنیا کو وہ سنوار رہے ہیں۔ بعض لوگ تو وہ ہیں جو کسی مذہب کے قائل نہیں ہیں۔ آج کی دنیا میں

وہ کمیونزم اور سوشلزم کے نام سے منظم ہو چکے ہیں لیکن اس کے متعلق علامہ اقبال نے یوں فرمایا تھا ؎

کردہ ام اندر مقاماتش نگاہ
لا صلوٰتی لا کلیسا لا الٰہ
فکر او در تند باد لا بماند
مرکب خود را سوئے الا نہ راند

آگے انہوں نے فرمایا :

در مقام لا نیا ساید حیات
منفی تو کوئی فلسفہ نہیں ہے "لا نسلم" تو کوئی فلسفہ نہیں ہے
در مقام لا نیا ساید حیات
سوئے الا می خرامد کائنات

میں یہ کہوں گا کہ علامہ اقبال کی یہ پیش گوئی اور دیدہ وری تھی کہ آج روس کے انقلاب کے ۷۰ سال کے بعد، روس کا وزیر اعظم کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے ملک میں اپنے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی دینے کی سوچ رہے ہیں تاکہ ان کو زیادہ انسانی حقوق دیئے جائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس فلسفے سے آج وہ خود ہی محسوس کر رہے ہیں کہ یہ فلسفہ ناکام ہو چکا ہے اور وہ اس بات کی طرف آئیں گے کہ کیا ہونا چاہیئے۔ اس لحاظ سے میں عرض کروں گا کہ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے۔ میں اتنی گزارش کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ آج روس کے اندر جتنے انسان بس رہے ہیں یا جتنے لوگ بس رہے ہیں ان کی اقتصادی پوزیشن کو بھی تو دیکھا جائے کہ انہوں نے کیا پایا، اس نظام کو لانے کے بعد، کیا وہ مطمئن ہیں۔ کیا ان کو واقعی وہ چیزیں مل گئی ہیں جن کے وہ خواب دیکھ رہے تھے، جن کے متعلق وہ اتنی قربانیاں دے رہے تھے۔ آج وہ اپنے فلسفے کو دنیا پر زبردستی ٹھونسنے کے لئے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو تہ تیغ کر رہے ہیں، لیکن کوئی اس فلسفے کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے جو ان کے جبر و تشدد میں آ گئے ہیں اور ان کی قید میں آ گئے ہیں وہ مجبوراً ان کے ہاں رہ رہے ہیں۔ آج بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنے ملک سے مذہب کو مٹانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ بہر حال میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ فلسفہ

آج دنیا میں ناکام ہو چکا ہے۔ اس کے متعلق تو بعض ان لوگوں نے مضامین لکھے ہیں جو مذہب ہی کے قائل نہیں ہیں۔ اور بعض وہ لوگ ہیں، غالباً یہ نظریہ یورپ سے درآمد ہوا ہے جو مذہب کے قائل تو ہیں لیکن ان کا خیال یہ ہے کہ مذہب اور سیاست کے درمیان تفرقہ ہونا چاہیئے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یورپ کے اندر جب مشینی دنیا آئی اور ان کا مذہب اس کا متحمل نہ ہو سکا اور اس کے ساتھ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور اس کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوا حتیٰ کہ انہوں نے سائنس دانوں کو پھانسی پر چڑھایا تو ان کا خیال یہ ہے کہ مذہب اور سیاست دونوں اکٹھے نہیں چل سکتے۔ مشینی دنیا نے آ کر وہاں کے مذہب کو ختم کر دیا لیکن آج یورپ میں مذہب کی علیحدگی سے کیا نتائج نکلے ہیں، اس کے متعلق میں کیا عرض کروں کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا ؎

یورپ از شمشیر خود بسمل فتاد است
در جہاں آئین لادینی نہاد

لادینی بنیاد رکھ کر وہ آج اپنی تلوار سے خود ہی نیم مُردہ ہے اور آج وہ پچھتا رہا ہے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ ہم نے اپنے معاشرے کو کہاں کھڑا کر دیا ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ یہ کہہ دینا کہ یورپ میں مذہب اور سیاست علیحدہ ہو چکی ہے لہٰذا ہمارے ہاں بھی مذہب اور سیاست علیحدہ ہونی چاہیئے۔ اس کا جواب بھی علامہ اقبال نے اسی طریقے سے دیا تھا کہ ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمیؐ

اس لیے کہ ان کا دار و مدار تو نسب پر ہے ملک پر ہے، لیکن آپ کا دار و مدار مذہب پر ہے۔ اگر مذہب آپ سے ختم ہو گیا ہے تو :

دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت بھی گئی
جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی !

اس لیے اپنی ملت کو یورپ کی اقوام پر قیاس کرنا، یہ قیاس مع الخوارق ہو گا۔ یہاں کی طبیعت یہ ہے سرشت یہ ہے فطرت یہ ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو صرف مذہب کے نام پر قربان کر سکتا ہے اور اسی کے طفیل یہاں اتفاق و اتحاد ہو سکتا ہے تو بعض لوگ تو وہ تھے اور بعض

لوگ جن کی اکثریت ہے پاکستان میں وہ واقعتاً یہ چاہتے ہیں کہ یہاں اسلام آجائے اور ان کی یہ خواہش ہے کہ اسلام یہاں رائج ہو لیکن وہ یہ سوچتے ہیں کہ اسلام کو یہاں رائج کرنے کے لئے طریقہ کار کیا ہونا چاہیئے۔ اس کو رائج کرنے کے لئے چالیس سال گزر گئے ہیں اور ہم اسی پریشانی میں ہیں۔

جناب والا! حقیقت یہ ہے کہ ۵۶ ء کے دستور میں ۶۲ ء کے دستور میں اور ۷۳ء کے دستور میں تمام دساتیر کے اندر یہ کہا گیا ہے کہ ہمارا حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے اور یہ ملک کا نظم و نسق اس کی جانب سے مفوض کردہ اختیارات کے تحت ہم یہاں چلا رہے ہیں۔ یہ قرارداد مقاصد کی اوّلین سطر ہے۔ ان تمام دساتیر میں اس کو رکھا گیا تھا۔ اسی طرح سے قوانین کے متعلق بھی کہا گیا تھا کہ کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا اور جتنے قوانین ہیں ان کو قرآن و سنت کے مطابق کر دیا جائے گا، لیکن ۷۳ ء کے دستور میں جب یہ ترمیم آگئی ہے کہ قرارداد مقاصد دستور کا ایک حصہ بن گئی ہے۔ اس کے بعد قانونی طور پر سارے کا سارا دستور اس کا پابند ہے کہ اس میں قرارداد مقاصد کے خلاف کوئی چیز نہیں آئے گی۔ اس کے اندر یہ کہا گیا ہے۔ "چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر پاکستان کے عوام کی جانب سے استعمال کیا جانے والا اختیار ایک مقدس امانت ہے۔ چونکہ پاکستان کے عوام کی خواہش ہے کہ ایک نظام قائم کیا جائے تو اسی مقدس امانت ہی کے تحت یہاں یہ نظام رائج کیا جائے گا۔" اب یہ قراردِ مقاصد دستور کا ایک حصہ بن گئی ہے اور جب یہ دستور کا حصہ بن گئی ہے تو جو قانون بھی بنے گا، اسی کے تحت بنے گا کہ یہ قانون اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے خلاف ہے یا نہیں ہے۔ دفعہ ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹ اور ۲۳۰ کے اندر جو طریقہ کار رکھا گیا ہے اس کو بھی اسی پیمانے سے ناپا جائے گا اور اسی ترازو سے اسے تولا جائے گا کہ آیا یہ اس کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر اس ترازو کے مطابق وہ نہیں ہوگا تو یقینی بات ہے کہ یہ دستور کی خلاف ورزی ہوگی اور اسے چیلنج کیا جا سکے گا۔ میری گزارش یہ ہے کہ ان کی خواہش تو یہ ہے اور انہیں شوق بھی ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہاں اسلام رائج ہو لیکن ان کے ہاں یہ بات کہ اسلام کس طریقے سے رائج ہو، اس کا طریقہ کار کیا ہو، یہ طے نہیں ہو سکا۔ آج تک طے نہیں کر سکے۔ چالیس سال گزر چکے ہیں۔ ہم یہ کہہ تو رہے ہیں کہ یہاں اسلام آئے گا اور یہاں اسلام کے سوا کوئی نظام

نہیں آئے گا لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ عملی طور پر ابھی اسلام نافذ نہیں ہوا اس لئے اس ملک کے اندر بے چینی ہے اور صوبائی تعصبات ہیں اور آپس میں لڑائیاں شروع ہیں۔ اگر یہ چیز نہ ہوتی تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں میں یہ منافرت پیدا نہ کرتا۔

جناب والا! کمیٹیاں تو بنائی جاتی ہیں، تحقیقات بھی کرائی جاتی ہیں کہ اس کی وجوہات کیا ہیں۔ قوم سبا کا قصہ آپ کے سامنے ہے کہ انہوں نے جو بند باندھا تھا اس میں اگرچہ گھن لگ گیا تھا، کمیٹی نے یہ رپورٹ دی تھی لیکن خالقِ کائنات نے یہ فرمایا تھا کہ ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہم نے ان پر یہ چیز مسلط کر دی تھی، آج خدانخواستہ ہمارے اندر جو نا اتفاقی پیدا ہو رہی ہے شاید اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ آج تک ہم اس وعدے کو پورا نہیں کر سکے جو وعدہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ بہرحال میں گزارش کر رہا ہوں کہ تین طبقات ہیں، تینوں طبقات میں سے ہر ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ یہاں امن و امان ہو لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ امن و امان اس طریقے سے ہو، اس قانون کے تحت ہو کہ جو قانون اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے جو اسے پسند ہو۔

جنابِ والا! جن خدشات کا یہاں اظہار کیا جا رہا ہے ان میں دو چیزیں ہیں۔ ایک ہے شریعت کی تعریف اور دوسری ہے دفعہ ۴، جس میں تمام عدالتوں کو شریعت کی پابندی کے متعلق کہا گیا ہے کہ تمام عدالتیں شریعت کی پابند ہوں گی۔ جنابِ والا! پہلے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے اور دو اعتراضات ہیں کہ اگر تمام عدالتوں کو شریعت کا پابند بنایا جائے گا تو اس سے ایک تو یہ ہے کہ جب چھوٹی عدالتیں شریعت کی تشریح کریں گی جبکہ وہ اس کی اہلیت نہیں رکھتیں تو شریعت ایک کھلونا بن جائے گا۔ لہٰذا ہر عدالت کو اس کا اختیار نہیں ملنا چاہیئے۔ دوسری بات جو کہی جاتی ہے وہ یہ کہی جاتی ہے کہ اگر آپ تمام عدالتوں کو شریعت کا پابند بنا دیتے ہیں تو اس صورت میں عدالت کی بالادستی پارلیمنٹ پر آجاتی ہے اور پھر پارلیمنٹ کا کام کیا رہ جائے گا اس لیے کہ جب آپ قانون سازی کا اختیار دے رہے ہیں عدالت کو، تو اس کے بعد پارلیمنٹ کے پاس کیا رہ جائے گا۔ یہ چیزیں سامنے آ رہی ہیں۔

تعریف کے متعلق میں بعد میں عرض کروں گا، اس کے متعلق میری گزارش یہ ہے اور خدا کرے کہ میں آپ لوگوں کو سمجھا سکوں کہ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ عدالت کو ہم نے قانون سازی

[Qazi Abdul Latif]

کا حق دیا ہے۔ عدالت کو ہم نے قانون کی تشریح کا حق دیا ہے اور اس وقت جبکہ اس کے پاس کوئی قانون نہیں ہوگا تو وہ عدالت ان اصولوں کے تحت اپنا قانون بنا کر اپنا فیصلہ دے سکتی ہے۔ اسی دستور کے اندر آپ عدالتِ عظمیٰ کو یہ اختیار دے رہے ہیں کہ وہ قانون کے مطابق فیصلہ کرے گی اور اگر قانون اس کے پاس نہیں ہوگا تو اصولِ قانون کو دیکھتے ہوئے، وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے گی اور وہ فیصلہ تمام عدالتوں کے لئے واجب التعمیل ہوگا۔ میں پڑھے دیتا ہوں ۱۷۹ دفعہ کو۔

"عدالتِ عظمیٰ کا کوئی بھی فیصلہ جس حد تک اس میں کسی امر قانونی کا تصفیہ کیا گیا ہو یا وہ کسی اصول قانون پر مبنی ہو۔"

اب یہاں اصولِ قانون کا لفظ ہے کہ وہ فیصلہ اگر اصول قانون پر مبنی ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے گویا کہ قانون تو خود ہی بنایا ہے اور قانون کے الفاظ اس نے خود ہی وضع کیے ہیں لیکن اصول قانون کو دیکھتے ہوئے اس نے فیصلہ کیا ہے یا اس کی وضاحت کی گئی ہو تو بھی پاکستان کی تمام دوسری عدالتوں کے لئے واجب التعمیل ہوگا۔ اب اس کے اندر یہ کھلی عبارت ہے کہ اصول قانون کے تحت اگر عدالت فیصلہ کرتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس اس وقت کوئی قانون موجود نہیں ہے۔ یہی بات میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب آپ اس عدالت کو شریعت کا قانون دیں گے تو وہ شریعت کے قانون کے مطابق ہی فیصلہ کرے گی اور اگر اس کے پاس اس وقت کوئی ایسا جزوی قانون نہیں ہے کہ جو کسی امام کا ہو، کسی محدث کا ہو، کسی صحابی کا ہو، وہ اس کے سامنے نہیں ہے تو پھر اجتہاد کا معنیٰ ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اجتہاد کرے گی اس لئے میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے عدالت کو قانون ساز ادارہ نہیں کہا، میں یہ کہتا ہوں کہ عدالت قوانین کی تشریح کرے گی اور جب آپ یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ اس ملک میں قانون خدا کا ہوگا۔ آپ یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ حاکمِ مطلق ہے۔ حاکمِ مطلق کا معنیٰ ہی یہ ہیں کہ وہ تشریعی اور تقویمی، دونوں لحاظ سے حاکمِ مطلق ہے۔ جب تشریعی اور تقویمی، دونوں لحاظ سے حاکمِ مطلق ہے تو میں عدالت سے صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ قانون جو بنایا گیا ہے، یا یہ فیصلہ جو ہوا ہے آیا یہ شریعت کے مطابق ہے

یا نہیں۔ تو اس میں عدالت کو قانون سازی کا حق کیسے مل گیا؟ عدالت سے تو میں صرف تشریح پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس طریقے سے یہ اس کا اپنا فن ہے کہ وہ قوانین کی تشریح کرے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہ تو اس کی تشریح کر رہے ہیں، اس کو قانون سازی کا حق نہیں دیا گیا ہے۔

جناب والا! باقی رہی یہ بات کہ اس وقت ہمارے پاس بنا بنایا قانون نہیں ہے اس لیے تو اس کے متعلق میں یہ گزارش کروں گا کہ ایک تو ہمارے پاس اسلامی نظریاتی کونسل کے بنے بنائے قوانین موجود ہیں۔ دوسری بات یہ کہ آپ نے وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار دیا تھا کہ موجودہ قوانین کی تحقیقات کرے کہ ان میں سے جو اسلام اور شریعت کے خلاف ہوں ان کو کالعدم قرار دے دے اور اس کے جو مطابق ہوں ان کو باقی رہنے دیں۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ تقریباً ۷۵ یا ۸۰ فیصد قوانین، موجودہ قوانین میں سے ہی شریعت کے مطابق ہیں اور یہ شریعت کے خلاف نہیں ہیں اس لیے انہی قوانین کو یہاں لا کر پیش کر دیا جائے اور اسلامی نظریاتی کونسل کے بنے بنائے مسودات کو یہاں پیش کر دیا جائے۔ اس کے بعد اگر کوئی چیز رہ جاتی ہے تو جس طریقے سے شاہ سلیمان نے کہا تھا کہ جس وقت ہمارے پاس کوئی قانون نہیں ہو گا تو ہم مدعا علیہ کے عقیدے کے مطابق جو قانون ہو گا اسی کے مطابق فیصلہ کر سکیں گے۔ اگر وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم اسی کے مطابق فیصلہ کر سکتے ہیں تو میرے خیال میں، یہ ان کے لئے سند بن جائے گی کہ جب وہ اس پر فیصلہ کر سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس اس وقت بنا بنایا قانون نہیں تھا۔ اگر بنا بنایا قانون ان کے پاس ہوتا تو پھر اس کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ ہم اس کے عقیدے کے مطابق اس کا فیصلہ کریں گے۔ اس کے معنیٰ یہ ہوتے کہ بعض اوقات یہ امر مجبوری عدالت کو فیصلہ کرنے کے لئے خود کوئی قانون وضع کرنا پڑتا ہے۔ آپ اسے آج بھی اپنے قانون کے لحاظ سے بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قانون اس کا ہے اور یہ اس کا حق ہے۔ اس لحاظ سے آج جو میں مطالبہ کر رہا ہوں وہ یہی کر رہا ہوں کہ عدالتوں کو شریعت کے قانون کا پابند بنا دیا جائے۔ اب صرف اتنی بات رہ جائے گی اور مشکل بات یہ ہو گی کہ میں کہتا ہوں کہ ہمارے قانون کا ماخذ کیا ہو، وہ قرآن و سنت ہو گا۔ قرآن و سنت کے ماخذ ہونے کے

[Qazi Abdul Latif]

معنی یہ ہیں کہ بحث کے دوران جب کوئی دلائل دیئے جائیں گے تو وہ دلائل قرآن و سنت اور ان لوگوں کے دیئے جائیں گے کہ جو ماہرین ہیں قرآن و سنت کے، جس طریقے سے آج آپ لارڈ میکالے کے قوانین کے حوالہ جات دیتے ہیں، سابقہ ججز کا حوالہ دیتے ہیں اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ ہم ابو یوسفؒ کا حوالہ دے سکتے ہیں، امام مالکؒ کا حوالہ دے سکتے ہیں، امام شافعیؒ کا حوالہ دے سکتے ہیں اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ قانون کو تبدیل کر دیا جائے۔ اب چالیس سال کے بعد بھی اور اس مرحلے پر پہنچنے کے بعد بھی جب کہ ہم نے قرارداد مقاصد کو اپنے دستور کا ایک حصہ بنا لیا ہے، ہم یہ حق تسلیم نہیں کرتے کہ ہمارا قانون قرآن و سنت ہوگا۔ اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ آپ قرآن و سنت کے ساتھ دوسری چیزوں کو بھی ملاتے ہیں، میں اس پر بعد میں آتا ہوں۔ اس وقت صرف اتنی بات عرض کر رہا ہوں کہ یہ کہنا کہ ہم نے ان عدالتوں کو ایک بالاتر حیثیت دے دی ہے، یہ غلط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر عدالتوں کو بنا بنایا قانون دیتے ہیں جو کہ شریعت کا ہے، تو پھر موجودہ اسمبلیوں کا کام کیا رہ جائے گا؟ اس کے متعلق میں عرض کروں گا کہ موجودہ اسمبلیوں کے پاس بہت سا کام ہوگا۔ اس وقت آپ کے پاس جتنے قوانین ہیں، وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک اصلی قوانین اور دوسرے ضوابط ہیں۔ طریقہ ہائے کار ہیں، اس لئے جو اصلی قوانین ہیں، ان کو تحفظ دیجئے اور میں یہی کہتا ہوں کہ آپ قرآن و سنت کے قوانین کو زیر بحث نہ لائیے۔ ان کو تو من و عن تسلیم کر لیجئے، ان کو عدالت کے حوالے کر دیجئے، اس کے بعد ان قوانین کو رائج کرنے کے لئے اور ان کو زیر عمل لانے کے لئے جو طریق کار اور ضوابط ہوں گے، اس سارے کے سارے طریق کار پر بحث ہو سکتی ہے، اسمبلیوں کے اندر! اس کے ماسوا دوسری بات جو ہے وہ یہ ہے کہ جو قوانین ایسے ہیں کہ جنکا تعلق اباحات سے ہے مباحات سے ہے وہ سارے کے سارے اسمبلی ہی کے اندر آئیں گے اور وہ قوانین جن کا تعلق انتظامات سے ہے کہ حکومت کا انتظام کیسے چلایا جائے گا وہ سارے کے سارے یہاں آئیں گے اور انہی کے لئے جو تعزیرات مقرر کی جائیں گی وہ ساری کی ساری یہاں ہوں گی، اس پر تعزیر کا مقرر کرنا اور تعزیر کی تعریف کرنا اور کتنی کتنی تعزیر ہونی چاہیئے، وہ سارے کے سارے قوانین یہاں آئیں گے، اسی طریقے سے یہ پالیسی طے کرنا کہ ہم نے تجارت کے لئے کیا پالیسی رکھنی ہے، زراعت کے لئے کیا رکھنی ہے، صنعت کے لیے کیا رکھنی ہے، جتنے بھی یہ ہمارے دنیاوی معاملات ہیں ان کے متعلق ہم نے پالیسی

کیا رکھتی ہے، یہاں زیرِ بحث آئیں گے۔ اسی طریقے سے دولت کی تقسیم کے متعلق تاکہ ان میں توازن پیدا ہو جائے۔ یہ سارے قوانین اسمبلی ہی کے اندر آئیں گے۔ خارجہ پالیسی داخلہ پالیسی، ان سب پر اگر بحث ہوگی تو اسمبلی ہی کے اندر ہوگی، تو اسمبلیاں ناکارہ نہیں رہیں گی، اسمبلیوں کے پاس بہت سا کام باقی رہے گا اور میں بڑے افسوس سے یہ عرض کروں گا کہ آج دو سال ہو گئے ہیں، میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج تک اسمبلی کے اندر قانون سازی کتنی ہوئی ہے، ہمیشہ دستور یہ رہا ہے کہ اگر کوئی ملک آزاد ہوتا ہے تو آزادی کے بعد دستور کے مطابق قانون وضع کیا جاتا ہے لیکن ہماری آزادی کے بعد دستور میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو قوانین آج تک ہم پر مسلط ہیں وہی قوانین رہیں گے اور ان کے اندر وقتاً فوقتاً ترمیم کی جائے گی۔ ہم نے زیادہ سے زیادہ یہ کیا ہے کہ ان قوانین میں سے کسی کو لے کر ایک دو لفظ کا تغیر کر کے اس کو ہم ترمیم کا نام دے دیتے ہیں، اور اس کا نام ہم رکھ دیتے ہیں قانون سازی کہ ہم نے قانون سازی کر لی ہے اور اسی کا نتیجہ آج یہ ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ حکومت کہتی ہے کہ اس کے پاس اسمبلیوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے مواد نہیں ہے اس لئے ایام کار کو مختصر کیا جائے اور اس کے اندر تخفیف کی جائے حالانکہ آزاد قوم کا یہ طریقِ کار نہیں ہوتا، ان کے مسائل ہمیشہ نئے نئے پیدا ہوتے ہیں اور ان کی قانون سازی ہمیشہ نئی نئی ہوتی ہے۔ آج ہمارے پاس اسلامی نظریاتی کونسل کا ۲۴ سال کا ریکارڈ موجود ہے ہم اس کو کیوں قانون سازی کے لئے نہیں لا رہے، ان کو تو قانون سازی کے لئے نہیں لایا جا رہا اور کہا جاتا ہے کہ ہمارے پاس کوئی کام نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کام کا طریقہ نہیں آتا کہ آزاد قوموں کا طریقِ کار کیا ہوتا ہے۔

خدا نے ان کو عطا کی ہے خواجگی
جنہیں خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے

ان کو یہ پتہ بھی نہیں ہے کہ انسان اپنوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے، وہ ہمیں یورپ کا حوالہ دیتے ہیں۔ یورپ کا دورہ ہم نے بھی کیا ہے۔ وہاں کے قوانین اپنی قوم کے لئے کچھ اور تھے اور ہمارے لئے وضع کردہ قوانین کچھ اور تھے۔ آج ہم اس غلامی کے قوانین کو اپنے سینے سے چمٹائے ہوئے ہیں اور انہی کو تحفظ دے رہے ہیں تو میری گزارش یہ ہے کہ عدلیہ کو تمام شرعی قوانین کا پابند بنا لیا جائے۔ کہتے ہیں کہ عدالت والے قانون

[Qazi Abdul Latif]

کو سمجھیں گے نہیں میں کیا عرض کروں، آج تک جتنے بھی قوانین اسلامی آپ نے ان کے حوالے کیے ہیں ان پر عمل درآمد کیوں ہو رہا ہے۔ وراثت کا قانون آپ نے ان کے حوالے کیا تھا۔ قوانین دو ہی قسم کے تو ہوتے ہیں، موضوعہ اور غیر موضوعہ۔ اب جو غیر موضوعہ قوانین ہیں آپ ان کے حوالے کر دیتے ہیں اور یہ رسم تو آج میرے خیال میں بیسویں صدی ہی کی ایجاد ہے کہ قوانین کو مدون کیا جائے اور اس کے بعد ان کے حوالے کیا جائے۔ اس سے پہلے جتنا بھی ذخیرہ تھا اور آپ کے پاس قانون کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جب آپ کے پاس قانون کا بڑا ذخیرہ موجود ہے تو اس کو نافذ کرنے کے لئے طریق کار کیا ہو گا؟ تو اس کا طریق کار یہ ہے کہ غیر مدون قوانین کو اگر آپ ان کے حوالے کر دیں گے تو وہ بھی اسی خوش اسلوبی سے چلے گا کہ جس طریقے سے وہ وراثت کا قانون چل رہا ہے، اگر وراثت کا قانون آپ نے ان کے حوالے کر کے دیکھ لیا کہ مکمل طریقے سے چل رہا ہے اور اسی طریقے سے آپ نے ۶۲ء کے اندر یا ۱۹۶۱ء کے اندر عائلی قوانین مرتب کئے تھے اس کا نام بھی رکھا گیا تھا کہ یہ اسلامی قوانین ہیں، اب اسلامی قوانین ہونے کے باوجود ان کے لئے کوئی نئے جج مقرر نہیں کیے گئے تھے۔ کوئی علماء کو نہیں لایا گیا تھا، انہی لوگوں کو کہا گیا تھا کہ آپ ان پر عمل درآمد کرائیں اور اسی کو جاری کرائیں تو اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ موجودہ عدالتوں کو اگر آپ شریعت کا قانون دے دیتے ہیں تو اس میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ میں آج بھی یہ مطالبہ کروں گا کہ تمام عدالتوں کو شریعت کے قانون کا پابند بنا دیا جائے اس سے انقلاب آئے گا اور اس سے عدالتوں کی اصلاح ہو گی۔ آج تمام ججز حضرات بھی یہی کہتے ہیں، وکلاء بھی یہی کہتے ہیں کہ آج عدالتوں کے نظام کار اور عدالتوں کے قانون کو بدلنے کی ضرورت ہے، ان کے وقار کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اگر بدلنا ہے تو پھر بدلنے کے لئے خدا ہی کا قانون لانا چاہیئے، دوسرا قانون کیوں لایا جائے اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ یہ اعتراض کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر اس کی تعریف کو اسی طریقے سے تسلیم کیا جائے گا تو اس میں اختلافات بڑھیں گے۔ میں بڑے ادب سے یہ گزارش کروں گا کہ اس قانون کے آتے ہی وہ جتنے اختلافات ان مکاتب فکر کے درمیان تھے وہ سارے اختلافات ختم ہو گئے ہیں، مٹ چکے ہیں اور سارے کے سارے اکٹھے ہو گئے ہیں، اس مسودے کو

آپ کو معلوم ہے کہ سرحد کی اسمبلی نے قرارداد پاس کر کے مرکز کے پاس بھیجی ہے۔ سندھ کی اسمبلی نے بھی ایک قرارداد پاس کر کے یہاں بھیجی ہے تو سندھ کی حمایت بھی حاصل ہے صوبہ سرحد کی حمایت بھی حاصل ہے۔ دو صوبے رہتے ہیں کہ جن کی باقاعدہ حمایت یہاں تک نہیں پہنچی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ یقین کرتا ہوں کہ اگر ان سے پوچھا جائے گا تو وہ بھی یقیناً اس کی حمایت کریں گے تو یہ کہہ دینا کہ یہ قابل عمل نہیں ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ اس میں ناقابل عمل ہونے کی بات کیا ہے۔ وہ صورت کیا ہے، جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کو قرارداد مقاصد کے تقاضوں کے مطابق بنایا جائے اور قراردادِ مقاصد کا مقصد اس میں پورا کر دیا جائے تو اس میں اب اشکال کون سا رہ جاتا ہے۔ عملی طور پر جو اشکال تھے وہ میں نے بیان کر دیے۔ اختلافات کے سلسلے میں میں نے گزارش کی۔ ہمیں یہ ضرورت کیوں پڑی ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ قرآن اور سنت اس کے بعد اجماع اور قیاس، یہ بھی ہم اس میں لاتے ہیں، اس میں، میں نے گزارش کی تھی کہ اگر اسلامی نظریاتی کونسل کی تعریف کو لایا جائے تو ہم اس کے ماننے کے لیے تیار ہیں، اسی طریقے سے متحدہ شریعت محاذ کے اکابرین نے اس کے متعلق جو تعریف کی ہے اس کے لئے بھی ہم تیار ہیں! اس سے مقصد میرا یہ ہے کہ جب قانون سازی ہوتی ہے تو شریعت کی تعریف اگر مبہم رکھ دی جائے گی تو اس میں بہت بڑی مشکلات پیدا ہوں گی، جس طریقے سے عائلی قوانین مرتب کیے گئے تھے، اب اس میں بعض چیزیں وہ ہیں کہ جن کا تعلق خواتین کے حقوق سے ہے۔ اس سے ان کی مشکلات میں اضافہ ہوا ہے لیکن اس میں انہوں نے کہا کہ یہ مسلمانوں کے لیے ہے اور ہم نے قرآن اور سنت کی مخالفت نہیں کی جبکہ تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس کی مخالفت کی تھی اور اس کے متعلق یہ کہا تھا کہ یہ قرآن اور سنت کے خلاف ہے حتیٰ کہ لاء کمیشن نے اس پر یہ کہہ دیا تھا کہ اس میں قرآن اور سنت کے اندر اتنا تغیر اور تبدل اور انحراف کیا گیا ہے کہ ارتداد کی حد تک پہنچ گیا ہے۔

میں گزارش کروں گا کہ آج آپ کے سامنے جی ایم سید کی وہ تشریح ہے جو وہ اسلام کی کر رہا ہے اور وہ قرآن اور سنت کی کر رہا ہے، آپ اگر اس کو ملاحظہ کریں، یہ میرے پاس اس کا پرچہ بھی موجود ہے تکبیر کا، جس میں اس نے اسلام کے بنیادی اصولوں کو بھی ختم کیا ہے اور کہتا ہے کہ میں قرآن اور سنت کی یہ تشریح اور تعبیر کر رہا ہوں تو آج اس کو تحفظ دینے کے لئے

[Qazi Abdul Latif]

ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ اس کو اجماع اور قیاس کا پابند بنائیں گے، اگر آپ اس کو قیاس اور اجماع کا پابند نہیں بنائیں گے تو قرآن اور سنت . . . وہی خدشہ ہوگا کہ جو یہ حضرات پیش کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کھلونا بن جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ تب کھلونا بنے گا کہ اگر اس کے اندر اجماع اور قیاس کو نہیں لایا جائے گا اگر اس میں اجماع اور قیاس کو بھی لایا جائے گا اور آئمہ کے ان اصولوں کو تسلیم کیا جائے گا جن کے تحت انہوں نے اجتہاد کیا ہے تو یقینی بات ہے کہ یہ قانون بغیر کسی نزاع اور بغیر کسی جھگڑے کے یکجہتی کا باعث ہوگا۔ اس میں اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا لیکن اس کو اگر یونہی چھوڑ دیا گیا تو وہی اختلاف پیدا ہوگا جس طریقے سے میں نے گزارش کی کہ جی ایم سید نے اسلام کی تشریح کی ہے اور وہ کہتا ہے خدانخواستہ کہ اسلام کا وہ پرانا قانون آج ختم ہو چکا ہے آپ مردہ گھوڑے کو اب زندہ کر رہے ہیں۔ یہ ان کے الفاظ ہیں نعوذ باللہ جو کسی مسلمان کی زبان پر نہیں آسکتے لیکن اس نے یہ الفاظ قرآن وسنت کی تشریح کرتے ہوئے خود ہی کہے ہیں کہ میں اس کی تشریح کر رہا ہوں تو میری گزارش یہ ہے اس میں صرف ہم نے اتنی بات کہی ہے کہ نظریاتی ملک ہونے کی حیثیت سے نظریے کو برتری اور بالاتری حاصل ہوتی ہے مقننہ پر بھی، عدلیہ پر بھی اور انتظامیہ پر بھی۔ مقننہ بھی اس کی پابند ہوتی ہے اور اسی دستور کے اندر آپ نے عدلیہ کو یہ برتری دی ہوئی ہے۔ آرٹیکل ۱۹۹ میں ہے کہ بنیادی حقوق کے خلاف اگر کوئی ادارہ، اگر کوئی قانون ساز ہیئت یا کوئی سیاسی ادارہ کوئی قانون بناتا ہے جو بنیادی حقوق کے خلاف ہو تو آپ اسے عدالت عظمیٰ میں چیلنج کر سکتے ہیں اور عدالتِ عظمیٰ اس کو روک سکتی ہے کہ آپ یہ قانون سازی نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہ دستور کے خلاف ہے۔ جب آج ہم نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ قرارداد مقاصد ہمارے دستور کی بنیاد ہے اور ہمارے دستور کا ایک حصہ ہے تو اب تمام قانون کو اسی کے ماتحت لانا ہوگا اور اسی کے مطابق بنانا ہوگا۔ اگر اس سے اِدھر اُدھر ہوں گے تو وہ قوانین دستور کی خلاف ورزی ہوگی اس لئے میں گزارش کروں گا کہ موجودہ طریقے پر اسی تعریف کو اور عدالت کے اختیارات کو تمام عدالتوں کو شریعت کے قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند بنایا جائے۔ آج نجات کا یہی ایک راستہ ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین : مولانا سمیع الحق صاحب نے درخواست کی ہے اور ان کی درخواست یہ ہے کہ ان کو آئندہ تقریر کرنے کا موقع دیا جائے تاکہ آئندہ پرائیویٹ ممبرز ڈے پر وہ بھی اپنے

خیالات کا اظہار کر سکیں۔ تو اس بحث کو اس اسٹیج پر ختم کرتے ہیں اور مولانا سمیع الحق کو صرف وائنڈ نگ اپ کے لئے ایک اور موقع آئندہ پرائیویٹ ممبرز ڈے پر دیں گے۔

THE CRIMINAL LAW (AMENDMENT) BILL, 1986

Mr Chairman: Next Item—Prof. Khurshid Ahmad to move that the Criminal Law (Amendment) Bill, as reported by the Standing Committee, be taken into consideration at once.

Mr. Wasim Sajjad: He is not here.

Mr Chairman: He is not here. Whether he is on leave?

Right. So, it will have to be deferred. We take up resolutions then.

The first stands in the name of Mr. Javed Jabbar, he is also not here. He is on leave. So, we will take it up when he is present in the House. Next—Syed Abbas Shah, to move the following resolution.

RESOLUTION : *RE* : WORLD BANK REPORT REGARDING THE REVIEW OF ITS 25 YEARS RELATIONSHIP WITH PAKISTAN

Syed Abbas Shah: Sir, I move that the House recommends that the Government may lay the World Bank Report, regarding the review of its 25 years' relationship with Pakistan on the table of this House to enable the Members to discuss the same.

Mr Chairman: The motion moved is that:

The House recommends that the Government may lay the World Bank Report regarding the review of its 25 years' relationship with Pakistan on the table of this House to enable the members to discuss the same.

Is it being opposed? Mr. Muhammad Ali Khan Sahib.

Mr. Muhammad Ali Khan: I am not in a position to say anything about this. Because no Minister is present in the House.

Mr Chairman: But as a Leader of the House, I think, it is your privilege to say 'Yes' or 'No'.

Mr. Muhammad Ali Khan: I have not been briefed by any Minister. So, how can I say anything about it.

Syed Abbas Shah: Sir, it is a simple report.

Mr. Muhammad Ali Khan: I think, it should be......

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, the Leader of the House can briefly accept or reject it.

Mr Chairman: Right. This is what I am suggesting to him.

Mr. Muhammad Ali Khan: I would not oppose it, because it will be very difficult to say anything.

Mr Chairman: Right. In that case, then we will start discussion on it.

یہ فرمائیے کہ آپ کن وجوہات کی بنا پر اسے ہاؤس کے سامنے لانا چاہتے ہیں؟

سید عباس شاہ: جناب! میرا جو ریزولیوشن ہے اس کی بڑی بنیاد یہ ہے کہ ہمارا سارا اکنامک سسٹم قرضوں پر چل رہا ہے ....

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, the National Assembly also is probably going on at this time.

Mr Chairman: This is true.

Mr. Hasan A. Shaikh: And therefore, unless the Minister concerned hears him, this matter would not be able to proceed further. He has moved it. It is now the property of the House. He can speak on it on the next Private Members Day.

Mr Chairman: I have no objection, if this is the sense of the House. But there is a practical difficulty, right now, the Question Hour is on in the Assembly and the Ministers have to be there to answer the questions. Mr. Muhammad Ali Khan Sahib.

Mr. Muhammad Ali Khan: Sir, after these resolutions, there will be a motion by some of the members who are present in the House, and as no Minister is here because of the Assembly is in session so, I would request that the House be adjourned, so that we take up these on next Sunday.

Mr Chairman: If this is the sense of the House, I have no objection. I am entirely in your hands. You all agree. So, this session is adjourned and we will meet tomorrow, Monday, the 9th February, 1987, at 6.00 P.M. The sitting is adjourned.

[The House adjourned to meet again at six of the clock in the evening on Monday, February 9, 1987].

PCPPI—2317(87) Senate—6-3-90—300.